وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران رکوع ۱)

اور اس (متشابہ) کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے بارہ میں راجح نظریہ کی وضاحت

اور بریلوی حضرات کے اعتراضات واشکالات کے علمی جوابات

علم متشابہات خاصۂ خداوندی ہے

از قلم

مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

عمر اکادمی

نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ. (آل عمران ع ۱)
(اور متشابہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے بارہ میں راجح نظریہ کی وضاحت
اور بریلوی حضرات کے اعتراضات واشکالات کے علمی جوابات

علم متشابہات
خاصۂ خداوندی ہے

علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے موضوع پر بریلوی مکتب فکر کے محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب آف لاہور اور دیوبندی مکتب فکر کے امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم کے فرزند حافظ عبد القدوس خان قارن مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے درمیان طویل تحریری مباحثہ کے دوران حافظ عبدالقدوس خان قارن کی تحریری اقساط کا مجموعہ۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم نہیں تھا بلکہ ان کے جاننے میں اللہ تعالیٰ کی ذات یگانہ ہے اور اس بارہ میں مفتی قادری صاحب کے اعتراضات واشکالات کے علمی جوابات دیئے گئے ہیں

ناشر
عمر اکادمی
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

نام کتاب .... علم متشابہات خاصۂ خداوندی ہے
تالیف .... حافظ عبدالقدوس خان قارن
کمپوزنگ .... الرحمٰن کمپیوٹرز لاہور
تعداد .... ایک ہزار (۱۰۰۰)
مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تاریخ طبع اول .... اگست ۲۰۰۶ء
قیمت .... ۴۰/- (چالیس روپے)
ناشر .... عمر اکادمی نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آ
☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد ☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ مینگورہ ☆ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لا
☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت ☆ مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانو
☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ نزد جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ عقب فائر بریگیڈ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ ابوالحسن معاویہ سلفی مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
دارالعلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل و ضلع ہری پور

فہرست مضامین

ابوالحسن معاویہ سلفی

دار العلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل و ضلع ہری پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلیٰ الہ واصحابہ الذین ھم نجوم الھدیٰ و نشھد ان لاالہ الا اللہ وحد لاشریک لہ ونشھدان محمداعبدہ ورسولہ.....امابعد

حضرت والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے اپنی جوانی وصحت اور پھر بڑھاپے اور بیماری پر مشتمل زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے مسلک اہل السنت والجماعت کی تائید واشاعت میں صرف کیا۔ بالخصوص اہل السنت والجماعت کا لیبل لگا کر بدعات کو پروان چڑھانے والے طبقہ کے خلاف بہترین انداز میں مدلل کتابیں تحریر کیں جو اہل علم کے لئے عظیم سرمایہ ہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے بے شمار لوگ غلط فہمی سے نکل کر راہ راست پر آئے۔ اور ان تصانیف پر دنیا بھر کے جید علماء و محققین نے داد تحسین پیش کیا۔ ان میں سے ایک کتاب ازالۃ الریب فی مسئلہ علم الغیب ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس کو مخلوق میں سے کسی کے لئے ثابت ماننا درست نہیں ہے بریلوی مکتب فکر کے ایک ممتاز اور اپنے طبقہ میں محقق العصر سے پکارے جانے والے عالم مفتی محمد خان قادری صاحب امیر کاروان اسلام و پرنسپل جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور نے خود غلط فہمی کا شکار ہو کر اس کتاب کی چند عبارات پر اعتراض کیا اور حضرت والد صاحب دام مجدہم کے شدید بیماری کے ایام میں ان کو بذریعہ خط اپنی تحریر بھجوائی اور پھر اپنی اس تحریر کو بعض رسائل میں شائع بھی کروادیا۔ مجھے بعض دوستوں نے اس شائع شدہ خط کی جانب توجہ دلائی۔ جب اس تحریر کو پڑھا تو اس کا جواب ضروری سمجھا گیا تاکہ مفتی صاحب موصوف کو توجہ دلادی جائے کہ عبارات میں غلطی

نہیں بلکہ آپ نے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اعتراض کیا ہے۔ جب ہماری جانب سے جواب ان تک پہنچا تو انہوں نے باقاعدہ تحریری بحث کا آغاز کر دیا اور پھر بات صرف ازالۃ الریب کی عبارت پر نہ رہی بلکہ انہوں نے علم نبوی اور متشابہات کے موضوع پر تحریری مباحثہ شروع کر دیا۔ وہ اپنے زیر نگرانی شائع ہونے والے رسالہ میں اپنے خیالات واشکالات کو شائع کرتے رہے۔ اور تیرہ اقساط اس بارہ میں شائع کیں۔ راقم الحروف نے بھی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی جانب سے شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ نصرۃ العلوم میں ان کے شکوک وشبہات کے بفضلہٖ تعالیٰ مدلل جوابات سے ان کا تعاقب کیا۔ اور اس تحریری مباحثہ کا محترم مفتی قادری صاحب نے اپنی تیرھویں قسط کے ساتھ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ ماہنامہ نصرۃ العلوم میں میرے ان مضامین کو پڑھنے والے حضرات میں سے بہت سے حضرات نے اس کو کتابی شکل میں یکجا شائع کرنے کا اصرار کیا تو خیال ہوا کہ رسالہ نصرۃ العلوم میں شائع شدہ تحریر ہی کو فوٹو کروا کر شائع کر دیا جائے تاکہ وہی تحریر کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر منظر عام پر آئے جو محترم مفتی قادری صاحب کو بھیجی جاتی رہی ہے مگر فوٹو سٹیٹ کے پرنٹنگ نتیجہ سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اس تحریر کی کمپوزنگ دوبارہ کتابی سائز میں کروائی گئی اور اب ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شکریہ کے ساتھ اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ ہمیں محترم قادری صاحب کے ساتھ اس تحریری مباحثہ میں ازحد خوشی اس بات پر ہوئی کہ محترم نے اپنے ہم مکتب دیگر حضرات کے طرز انداز سے ہٹ کر انداز اختیار کیا ان کے اس انداز کو ہم نے دوران مباحثہ بھی سراہا اور اب بھی کسی قسم کے بخل کا مظاہرہ کئے بغیر ان کے اس انداز کو سراہتے ہیں۔ اگر اختلافی مسائل میں اپنا نقطہ نظر مناسب انداز میں بیان کیا جائے اور مخالف نقطہ نظر کا مناسب انداز میں رد کیا جائے تو اس سے منصف مزاج اور علم دوست قارئین کرام کو دونوں جانب کی تحریریں اور دلائل سامنے

آجانے کے ساتھ کسی نتیجہ تک پہنچنے میں خاصی آسانی ہوسکتی ہے۔ ہماری قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس بارہ میں دونوں جانب سے شائع کردہ تحریریں مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ العزیز حقیقت آپ کے سامنے واضح ہوجائیگی۔ محترم قادری صاحب کی تیرہ اقساط ان کے رسالہ ماہنامہ سوئے حجاز میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ جوان سے منگوائی جا سکتی ہیں۔ ان کا ایڈریس ہم نے ان کے نام کے ساتھ ابتداء میں لکھ دیا ہے۔ ہمیں جہاں محترم قادری صاحب کے مناسب تحریری انداز اختیار کرنے پر خوشی ہوئی وہاں ہمیں اس بات پر افسوس بھی رہا کہ ہمارے بار بار اصرار کے باوجود انہوں نے علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے بارہ میں اپنا دعویٰ وضاحت وصراحت سے واضح نہ فرمایا۔ اور اس افسوس کا اظہار ہم دوران مباحثہ بھی کرتے رہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو بحث مختصر اور زیادہ دلچسپ اور علمی ہوجاتی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس تحریر کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے ہدایت کا اور ہمارے لئے دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین یا الہ العالمین

احقر حافظ عبدالقدوس قارن

قارئین کرام سے گذارش

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ہماری اس تحریر میں کتابت، عبارت یا کسی اور انداز سے کوئی غلطی دیکھیں تو ہمیں اس کی اطلاع ضرور دیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کرلی جائے۔ معقول اغلاط کی اصلاح بتانے والے کے شکریہ کے ساتھ ضرور کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

جواب حاضر ہے

’’ماہنامہ ندائے اہل سنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں شائع کردہ بریلوی مکتب فکر کے جناب مفتی محمد خان قادری کی طرف سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی کتاب ازالۃ الریب پر کیے گئے اعتراضات کا جواب حاضر ہے‘‘۔

محترم جناب مفتی محمد خان قادری صاحب! السلام علیکم

ماہنامہ ندائے اہل سنت لاہور اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں آپ کا شائع کردہ ایک خط پڑھا جس میں آپ نے حضرت والد صاحب دام مجدہم کی کتاب ازالۃ الریب کی چند عبارات پر اعتراضات کیے ہیں اور بزعم خود لکھا کہ ازالۃ الریب کے بعض حوالہ جات کا حقیقت سے کوئی تعلق ثابت نہ ہو سکا نیز لکھا کہ چند ماہ قبل مولانا سرفراز خان گکھڑوی سے براہ راست تحریری رابطہ کیا مگر جواب ندارد۔

محترم! آپ کی اور آپ کا شائع کردہ خط پڑھنے والوں کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ حضرت والد صاحب عرصہ تقریباً تین سال سے بستر علالت پر ہیں، کبھی طبیعت کچھ سنبھل جاتی ہے اور کبھی بہت خراب ہو جاتی ہے اس لیے وہ کچھ لکھنا تو درکنار پڑھنے سے بھی قاصر ہیں، گزشتہ کئی ماہ سے حضرت کی طبیعت اس قدر خراب رہی کہ کئی دفعہ لاہور ہسپتال داخل کرانا پڑا، حضرت کی بیماری کے باعث اس دوران کی ڈاک کی طرف کوئی خاص توجہ ہی نہیں دی جاسکی اور اس دوران کی ڈاک دیکھنے کے بعد ہی ظاہر ہو گا کہ خط آپ کا آیا اور حضرت نے اس پر کچھ لکھا یا نہیں؟ اس لئے آپ کے جواب میں تاخیر ہوگئی اور مجھے تو خط کا علم صرف اور صرف رسالہ میں شائع ہونے کے بعد ہوا۔ اگر مجھے یا میرے بھائیوں میں سے کسی کو بھی خط مل جاتا تو یقیناً آپ کو جواب کا انتظار نہ کرنا پڑتا اس لئے کہ خود غلط فہمی میں شکار لوگوں کے اعتراضات پر مشتمل خطوط

ہی غلط فہمی کا شکار ہونے کا آئینہ دار ہے جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

آتے ہی رہتے ہیں اور ان کو جواب بھی دیئے جاتے ہیں، آپ کا خط بھی آپ کے

پہلا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ ازالۃ الریب میں متشابہات کے بارہ میں علم نبی ﷺ کے انکار پر آپ (مولانا صفدر صاحب) نے مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی سے کہا ہے کہ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے وَلَمْ یُظْهِرْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔ (ازالۃ الریب ص ۴۷۸) حالانکہ صاحب توضیح کی یہ اگلی تصریح آپ کو بھی دیکھ لینی چاہیے تھی لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَسْبَقُ فِی الْعِلْمِ وَاَنَّهٗ یَعْلَمُ الْمُتَشَابِهَ وَالْمُجْمَلَ فَمُحَالٌ اَنْ یَّخْفٰی عَلَیْهِ مَعَانِی النُّصُوْصِ۔ (التوضیح ص ۴۹۲ فصل فی الوحی)

محترم مفتی قادری صاحب! آپ کو مولانا صفدر صاحب پر پھبتی کسنے سے قبل بغور دیکھ لینا چاہیے تھا کہ یہ عبارت کس کتاب کی ہے، آپ نے جو عبارت پیش کی ہے وہ التوضیح کی نہیں بلکہ التنقیح کی ہے جو کہ التوضیح کا متن ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب کو توضیح دیکھنے کی توجہ دلائی ہے اور آپ ان کے خلاف التنقیح کی عبارت پیش کر کے پھبتی کس رہے ہیں آخر اس کا کیا تک ہے؟ یہ صرف آپ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ آپ التنقیح اور التوضیح متن اور شرح میں فرق ہی نہیں کر سکے۔ پھر مولانا صفدر صاحب نے تو مفتی احمد یار خان صاحب کو ان کے دعویٰ کے رد کے لیے توجہ دلائی تھی جو انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں، اس دعویٰ پر گرفت کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے جس میں تصریح موجود ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا۔ کیا آپ نے جو عبارت پیش کی ہے اس سے مفتی احمد یار خان صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وکالت کا کیا فائدہ؟ پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ التنقیح اور التوضیح متن اور شرح کا مصنف ایک ہی ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی عبارات کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار ہوتا ہے، التنقیح متن ہے اور اور التوضیح شرح ہے اور متن یقیناً پہلے اور شرح بعد میں ہوتی ہے تو اعتبار التوضیح کی عبارت کا ہوگا جس میں صراحت ہے وَلَمْ يُظْهِرْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ عَلَيْهِ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی متشابہات پر مطلع نہیں کیا اور التنقیح کی عبارت کا مفہوم کتاب کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھ کر یہی ثابت ہوتا ہے کہ متشابہ اور مجمل کا اسی قدر علم مراد ہے جس سے نص کے معانی ظاہر ہوں، اسی لئے آگے عبارت ہے فَاِذَا وَضَحَ لَهٗ لَزِمَهُ الْعَمَلُ پس جب آپ کے سامنے اس (متشابہ اور مجمل) کی وضاحت ہوگی تو اس پر عمل ضروری ہوگا۔ مصنف نے اذا شرطیہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جب وضاحت آپ کے سامنے ہو گی تو عمل ضروری ہوگا اور جب ظاہر نہ ہوگی تو عمل بھی نہیں ہوگا، اگر مصنف کے ہاں مجمل اور متشابہ کا بالکلیہ علم مراد ہوتا تو وہ یوں کہتا کہ جب آپ تمام مجملات اور متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو تمام آپ کے سامنے واضح ہوں گے اس لئے سب متشابہات اور مجملات پر عمل ضروری ہے حالانکہ یہ نہ کسی دلیل سے ثابت ہے اور نہ ہی التنقیح اور التوضیح کی کوئی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! ازالۃ الریب میں علامہ سیوطیؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے وَمُتَشَابِهُهٗ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنِ ادَّعٰی عِلْمَهٗ سِوَی اللّٰهِ تَعَالٰی

فَهُوَ كَاذِبٌ اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ نے لکھا حالانکہ اگر اصل کتاب تفسیر طبری جس سے سیوطیؒ نے نقل کیا ہے آپ ملاحظہ فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ یہ کلبی سے ہی روایت ہے جس کے بارہ میں آپ نے ثابت کیا کہ یہ کافر ہے، یہ جھوٹا ہے الخ۔

محترم! اگر آپ تفسیر طبری میں صرف روایت کو ہی نہ دیکھتے بلکہ امام طبریؒ کے انداز کو بھی ملاحظہ فرماتے اور اسی کی روشنی میں ازالۃ الریب میں اس روایت کو پیش کرنے کے انداز کو دیکھتے تو آپ کے سامنے حقیقت واضح ہو جاتی۔ امام ابن جریر طبریؒ نے پہلے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا اور پھر اس کی تائید میں یہ کلبی والی روایت نقل کی وَقَدْ رُوِیَ بِنَحْوِ مَاقُلْنَا فِیْ ذَالِکَ اَیْضًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَبَرٌ فِیْ اِسْنَادِہٖ نَظَرٌ (تفسیر طبری ج ا ص ۳۴) (کہ ہم نے جو قول کیا ہے اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک ایسی خبر ہے جس کی سند میں نظر ہے، امام ابن جریرؒ اس روایت کو احتجاج کیلئے نہیں بلکہ تائید کیلئے پیش کر رہے ہیں اور حضرت مولانا صفدر صاحب نے بھی پہلے وہ عبارات پیش کیں جن سے استدلال کیا ہے اور پھر فرمایا نیز اسی صفحہ میں اس سے قبل نقل کرتے ہیں تو یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ آگے کی عبارت تائید میں پیش کی جا رہی ہے اور تائید میں کلبی جیسے راوی کی کمزور روایت پیش کی جا سکتی ہے، کلبی پر اگرچہ سخت سے سخت الفاظ جرح نقل کیے گئے ہیں مگر اس کے بارہ میں نظریہ یہی ہے کہ اس کی روایت ضعیف اور کمزور ہوتی ہے اس کو احتجاج اور استدلال کے طور پر تو نہیں لیا جا سکتا البتہ تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود مولانا صفدر صاحب نے ملا کاتب چلپی کی کشف الظنون ج ا ص ۴۷۵ کے حوالہ سے لکھا کہ صحت کے اعتبار سے بخاری اور مسلم کے بعد ترمذی کا درجہ ہے کیونکہ مصلوب اور کلبی کی روایات نقل کر کے امام ترمذی نے ان کی تضعیف کی ہے تا کہ کوئی ان کی روایات سے مغالطہ نہ کھائے یا ان کو محض متابعات اور شواہد میں لائے ہیں ان

کی روایت سے استدلال نہیں کیا(خزائن السنن ج اص ۶)اورازالۃ الریب میں کلبی سے مروی روایت سے متعلق لکھا ہے مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے(ازالۃ الریب ص ۳۱۳) ازالۃ الریب میں جہاں کلبی پر سخت جرح نقل کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی روایت سے قرآن کریم کے مفہوم کے برخلاف استدلال کیا گیا ہے اس لئے فرمایا یہ ہیں وہ شیر جن کی روایات سے دیگر اہل بدعت حضرات عموما اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصا قرآن کریم کی نص قطعی کو کاٹنا چاہتے ہیں تا کہ ان کے غلط اور باطل عقیدے پر زد نہ پڑے (ازالۃ الریب ص ۳۱۶) کلبی جیسے روای کی روایت سے استدلال درست نہیں مگر تائید میں اس کو پیش کیا جاسکتا ہے اور امام ابن جریرؒ نے بھی اس کو تائید کیلئے پیش کیا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے بھی تائید ہی کیلئے پیش کیا ہے اور ایسی روایت کا احتجاج میں پیش کرنا غلط اور تائید میں پیش کرنا صحیح ہونے کے بارہ میں تو فن حدیث سے معمولی دسترس رکھنے والا بھی جانتا ہے نہ جانے آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے یہ نمایاں اور واضح بات کیوں اوجھل رہ گئی؟

تیسرا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے تیسرا اعتراض یہ کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے امام سیوطیؒ سے نقل کیا ہے کہ متشابہات کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کو جاننے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو قرآن کریم کی نص سے یا حدیث سے یا اجماع امت ہو۔ پھر آپ نے عبارت کا من گھڑت نتیجہ نکالا اور لکھا کہ وہ تو واضح کر رہے ہیں کہ حدیث کے ذریعہ سے اس کا علم ہو سکتا ہے اور یہ تبھی ہو گا جب حضور علیہ السلام اس سے آگاہ ہوں گے حالانکہ امام سیوطیؒ تو فرما رہے ہیں کہ متشابہات کی تفسیر اجتہاد سے نہیں کی جاسکتی بلکہ ان کو جاننے کیلئے ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کی ضرورت ہے اور جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جارہی تو ان کا علم بھی اللہ

تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا، آپ نے نہ جانے کہاں سے یہ نتیجہ نکال لیا جو آپ نے بیان کیا ہے، پھر آگے آپ نے امام زرکشی کی عبارت جو نقل کی اگر آپ نے اس کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط نہیں کیا تو گزارش ہے کہ ترجمہ کرنے میں آپ کو غلطی لگی ہے اس لئے کہ عبارت ہے فَاِذَا لَمْ یُرْوَ فِیْہِ تَوْقِیْفٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْجِھَاتِ عَلِمْنَا اَنَّہٗ مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللہُ تَعَالیٰ بِعِلْمِہٖ اس کا ترجمہ یوں ہے کہ پس جب ان صورتوں میں سے کسی سے واقفیت حاصل کرنے کی کوئی روایت مروی نہیں تو ہم نے جان لیا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور ازالۃ الریب میں بین القوسین بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے (ازالۃ الریب ص ۷۷) مگر آپ نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے ان متشابہات کا علم ان تین میں سے ایک ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے قرآنی نص یا حضور ﷺ کی طرف سے بیان یا اجماع امت سے اس کی تاویل ہو، اگر ان میں سے کوئی راہنمائی نہ ملے تو ہم جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ امام زرکشی فرماتے ہین کہ ان تینوں صورتوں سے واقفیت کی کوئی روایت ہی نہیں اس لئے ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے جاننے میں یگانہ ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی راہنمائی نہ ملے تو ہم جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، معمولی عربی جاننے والا بھی اس ترجمہ کو غلط قرار دے گا۔ پھر آپ نے امام زرکشی کی عربی عبارت جس میں یہ الفاظ بھی ہیں فَاِذَا لَمْ یُرْوَ فِیْہِ تَوْقِیْفٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْجِھَاتِ پیش کر کے ''چہ دلیر است دزدے کہ چراغ بکف آرد'' کا نمونہ پیش کیا ہے اور آپ نے ایسا ترجمہ کر کے اعتراض کی توپ چلانے میں اپنے مسلکی روایتی انداز کو بجا طور پر برقرار رکھا ہے۔

چوتھا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے چوتھا اعتراض کرتے ہوئے یوں

اور مولانا صفدر صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی کلام فرمایا ہے تائید میں اس مسئلہ پر امام سیوطیؒ سے علوم قرآن کی تقسیم نقل کرتے ہوئے صرف اول قسم نقل کی جس میں بتایا گیا ہے کہ کنہ ذات باری اور وہ غیوب جو اس کا خاصہ ہیں کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ (ازالۃ الریب ص ۴۷۷) حالانکہ حضور علیہ السلام کیلئے تمہارے مخالفین یہ دعویٰ کرتے ہی نہیں بلکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے البتہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا معنی حضور ﷺ جانتے ہیں الخ۔

محترم! مولانا صفدر صاحب اپنے مخالفین کو خوب جانتے ہیں اور اپنے مخالفین کا تعین کر کے ہی ان کے خلاف قلم اٹھایا ہے، ان کے مخالفین وہ ہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے (جاء الحق ص ۵۳) اور جن لوگوں نے اپنا نظریہ یوں بیان کیا ہے کہ اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتی کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا، اب کیا شئے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی ہے (جاء الحق ص ۶۰، مقیاس حنفیت ص ۳۶۰) جب مولانا صفدر صاحب کے مخالفین اس نظریہ کے حامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص علم بھی حضور علیہ السلام کو دیا گیا ہے تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ آپ کے مخالفین حضور علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کے خاص علم کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ وہ حروف مقطعات کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ان کا معنی جانتے ہیں۔ آپ جیسے مفتی صاحب کی نظر سے مولانا صفدر صاحب کے مخالفین کا اوجھل رہ جانا اور پھر اس حالت میں اعتراض کرنا انتہائی تعجب کا باعث ہے۔

پانچواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے پانچواں اعتراض یہ کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا

ہے کہ یہاں امور دینیہ مراد ہیں حالانکہ کُلَّ شَيْئٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازیؒ یہ تصریح ہے کہ قرآن میں دین ودنیا کے تمام امور کا بیان ہے الخ۔

محترم! یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، مولانا صفدر نے باحوالہ تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں امور دینیہ مراد ہیں باقی رہا یہ کہ کُلَّ شَيْئٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا میں مفسرین کرام نے امور دنیا کا ذکر بھی کیا ہے تو اس سے مولانا صفدر صاحب کے نظریہ کی نہیں بلکہ آپ حضرات کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے اس لئے کہ جس کل کے عموم سے آپ حضرات اپنا نظریہ ثابت کرتے ہیں اسی کل سے تخصیص مراد لیکر مفسرین کرام نے عموم کی نفی کی ہے کہ اس کل سے ہر ہر چیز مراد نہیں بلکہ ایسے دینی اور دنیاوی امور مراد ہیں جن کی طرف انسانوں کی احتیاج ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے تَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا (مظہری ج ۵ ص ۲۳) تفسیر روح المعانی میں ہے تَفْتَقِرُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ مَعَاشِكُمْ وَمَعَادِكُمْ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۱) اور کشاف میں ہے مِمَّا تَفْتَقِرُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ دِيْنِكُمْ وَدُنْيَاكُمْ (کشاف ج ۲ ص ۶۵۲) اور اسی طرح دیگر تفاسیر میں ہے، اور ان تمام تفاسیر میں کل کو عموم سے پھیر کر تخصیص مراد لی گئی ہے کہ جن دنیاوی اور دینی امور کی طرف تمہاری احتیاج ہے اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے، آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کُلَّ شَيْئٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا کی تفسیر کے تحت بشمول امام رازیؒ یہ تصریح ہے کہ قرآن میں دین ودنیا کے تمام امور کا بیان ہے الخ۔

تو عرض ہے کہ ہمیں تو ان تفاسیر میں سے کسی ایک میں بھی ایسی کوئی عبارت نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ دین ودنیا کے تمام امور کا بیان قرآن کریم میں ہے، آپ نے جن تفاسیر کے حوالے دیئے ہیں اگر آپ ان تفاسیر سے باحوالہ دکھا دیں کہ قرآن کریم میں دین ودنیا کے تمام امور کا بیان ہے تو ہم نہ صرف آپ کے مشکور ہوں گے

بلکہ اپنی وسعت کے مطابق آپ کو حق محنت بھی انشاء اللہ العزیز پیش کریں گے۔

چھٹا اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے چھٹا اعتراض یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک ہی روایت سے متعلق راویوں کے صحابہ کے مختلف نام لینے کو اضطراب کہا ہے کہ کوئی راوی روایت کا مرکزی راوی حضرت ابن مسعودؓ کو، کوئی ابو مسعودؓ کو اور کوئی ابن مسعود انصاریؓ کو قرار دیتا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ صحابی کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے روایت میں اضطراب ماننا اور اسے روایت کے رد و ضعف کا سبب قرار دینا کیا علم و دیانت کا خون نہیں؟

محترم قادری صاحب! یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے کہ محدثین کرام میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ سند میں صحابہ کے ناموں کے سوا دیگر راویوں کے نام میں اختلاف ہو تو اضطراب ہوتا ہے بلکہ صحابہ کے ناموں میں اختلاف کو بھی اضطراب ہی کہا گیا ہے۔

سر دست ایک ہی حوالہ دیا جاتا ہے تاکہ آپ اپنے نظریہ پر غور کر سکیں، ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ھود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے، اس روایت کے بارہ میں امام دار قطنی نے فرمایا کہ اس روایت میں کئی طرح سے اضطراب ہے، ان میں ایک اضطراب یہ بیان کیا کہ بعض نے اسے حضرت ابو بکرؓ کی مسند، بعض اسے حضرت سعدؓ کی اور بعض نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی مسند شمار کیا ہے اور علامہ سیوطیؒ نے مضطرب کی اس مثال کو صحیح کہا ہے۔[1]
(تدریب الراوی ص ۱۷۲ طبع مصر) یہاں امام دار قطنیؒ نے صحابہؓ کے ناموں میں راویوں کے اختلاف کو بھی اضطراب کہا ہے اور علامہ سیوطیؒ نے اضطراب کی اس مثال کو صحیح کہا ہے تو کیا ان حضرات نے بھی علم و دیانت کا خون کیا ہے؟

محترم قادری صاحب! یہ علم و دیانت کا خون نہیں بلکہ محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق بات ہے جس تک آپ کی نظر نہیں پہنچ سکی اور پھر آپ نے علامہ ابن حجرؒ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے کہ وہ عبارت اضطراب سے متعلق نہیں بلکہ اس بارہ میں ہے کہ اگر راوی کی شخصیت کا تعین ہو جائے مگر اس کے نام کے متعلق اختلاف ہو اور وہ راوی ثقہ ہو تو اس سے روایت کو کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ نے جو حوالہ دیا ہے اس میں واضح عبارت ہے وَاخْتِلَافُ الرُّوَاةِ فِیْ اِسْمِ رَجُلٍ لَایُؤَثِّرُ ذَالِکَ ایک ہی آدمی کے نام سے متعلق راویوں کے اختلاف سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ وہ آدمی ثقہ ہو۔ آپ کی نظر سے اضطراب کی تعریف اوجھل رہی ہے اس عبارت کو پیش کرنے سے پہلے آپ کو اضطراب کی تعریف اصول حدیث کی کتابوں سے دیکھ لینی چاہیے تھی، یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اضطراب کی وجہ سے اس شخصیت کو فرق نہیں پڑتا جس کے متعلق اختلاف ہوا ہے بلکہ اختلاف کرنے والے راویوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ راوی ضبط نہیں کر سکے (دیکھئے حاشیہ نخبۃ الفکر ص ۶۴، تدریب الراوی ص ۱۶۹ طبع مصر) اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ جب مرکز روایت صحابی ہو تو پھر اختلاف کیسے ہوگا؟ یہ اصول سے بالکل ناواقفیت کی دلیل ہے اور منصب افتاء کے شایان شان نہیں ہے۔ پھر آپ نے التاریخ الکبیر کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا ترجمہ کرنے میں بھی آپ کو غلطی لگی ہے عبارت میں ہے وَقَدْ قَالَا عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ جس کا ترجمہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے عن ابی مسعود کہا ہے جبکہ آپ نے ترجمہ کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابو مسعودؓ سے بیان کیا ہے اور یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ وکیعؒ اور ابو نعیمؒ کیسے حضرت ابو مسعودؓ سے بیان کر سکتے ہیں جبکہ حضرت ابو مسعودؓ کی وفات ۴۰ھ ہے (الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۴) اور حضرت وکیعؒ کی ولادت ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ ہے اور ابو نعیمؒ کی وفات ۲۳۰ھ ہے اس لئے آپ کو ترجمہ کرنے میں غلطی لگی ہے۔

ساتواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے ساتواں اعتراض کیا ہے کہ منافقین کے ناموں سے متعلق جو روایت ازالۃ الریب میں بیان کی گئی ہے اس کی تین اسناد ہیں، دو سندوں میں ابو احمد الزبیری راوی نہیں ہے صرف ایک سند میں ہے اور مولانا صفدر صاحب نے اسی ایک سند کو لیکر اس کے راویوں پر جرح کی ہے۔

محترم قادری صاحب! گزارش یہ ہے کہ ان تینوں اسناد میں سے یہی ایک سند بظاہر باقی اسناد سے مضبوط ہے اس لئے اس کو مدنظر رکھا گیا ہے باقی دو اسناد جو آپ نے ذکر کی ہیں ان میں سے ایک سند میں باقی کسی علت کو چھوڑ کر عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْہِ ہے نہ راوی معلوم اور نہ ہی اس کا باپ معلوم تو ایسی سند کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور دوسری سند میں عیاض بن عیاض ہے جس کے بارہ میں بحث ازالۃ الریب میں موجود ہے کہ اس کی توثیق وعدم توثیق کا پتہ نہیں لگ سکا نیز یہ کہ عیاض کی اپنے والد سے اور اس کے والد کی حضرت ابو مسعودؓ سے سماعت محل نظر ہے۔ پھر آپ نے ابو احمد الزبیری کے بارہ میں کہا کہ ان میں تشیع تھا مگر اس تشیع کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا تو یہاں بھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایک ہے روایت کا رد ہونا اور ایک ہے ایسے راوی کی روایت کا درجہ میں کمزور اور ضعیف ہونا۔ بے شک ایسے راوی کی روایت رد تو نہیں ہوتی مگر اس کا درجہ ضرور کم ہو جاتا ہے اور اس کی روایت میں ضعف آ جاتا ہے اور ایسی جرح سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی روایت کا درجہ واضح کر دیا جائے۔ بے شک اس راوی کی روایات صحیح میں ہیں مگر اس کے باوجود علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قُلْتُ اِحْتَجَّ بِہِ الْجَمَاعَۃُ وَمَا اَظُنُّ الْبُخَارِیَّ اَخْرَجَ لَہٗ شَیْئًا مِنْ اِفْرَادِہٖ عَنْ سُفْیَانَ واللہ اعلم. (مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۰) میرے خیال کے مطابق جب یہ راوی سفیان سے روایت کرنے میں منفرد ہو تو امام بخاریؒ نے اس کی

روایت نہیں درج کی، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ صحیحین کے راویوں میں سے کس درجہ کا راوی ہے کہ امام بخاری تفرد کی صورت میں اس کی روایت لانا مناسب نہیں سمجھتے ہاں اگر دوسرا راوی بھی ایسی روایت کر رہا ہو تو پھر اس کی روایت درج کی ہے۔

آٹھواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے آٹھواں اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (مولانا صفدر صاحب کو) اعتراض یہ ہے کہ منافقین والی روایت گھڑی گئی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس میں بُغضِ علی کو نفاق کی علامت مانا گیا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ بات کسی شیعہ نے نہیں گھڑی بلکہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ بغض علی علامت نفاق ہے الخ۔

محترم قادری صاحب! یہاں بھی آپ کو دو مقام میں غلط فہمی ہوئی، مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو کمزور اور ضعیف کہہ کر اس سے استدلال کو ضرور رد کیا ہے مگر اس کو گھڑی ہوئی قرار نہیں دیا جیسا کہ آپ ان کی جانب یہ منسوب کر رہے ہیں، انہوں نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ الغرض اصول حدیث اور فن روایت کے تحت منافقوں کی تعداد اور ان کے صحیح علم کے متعلق کوئی روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی وہ خبر واحد ہی رہے گی اور قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ (ازالۃ الریب ص ۳۱۸، ۳۱۹) اتنی واضح اور صریح عبارت نہ جانے کیوں آپ کی نظر سے اوجھل رہ گئی؟ اور آپ نے کیسے ان کی جانب روایت کے من گھڑت ہونے کی نسبت کر دی ہے؟

محترم! دوسری غلط فہمی آپ کو یہ ہوئی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے بغض علی کو علامت نفاق ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ صرف بغض علی کے علاعت نفاق ہونے کی نفی کی ہے اور دونوں باتوں میں نمایاں فرق ہے اور جو روایت انہوں نے پیش کر کے اس کا

رد کیا اس میں حصر کے الفاظ ہیں کہ ہم صرف حضرت علیؓ سے بغض کو علامت نفاق جانتے تھے تو اس پر مولانا صفدر صاحب نے گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علیؓ سے تھا؟ (ازالۃ الریب ص ۳۱۸) آپ نے غلط فہمی سے بغض علی کو علامت نفاق ہونے اور صرف بغض علی کو علامت نفاق ہونے میں فرق نہ کر کے اعتراض کر دیا ہے اگر یہ فرق ملحوظ رکھتے تو پھر اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

نواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے نواں اعتراض یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے کہا ہے کہ عیاض بن عیاض باپ بیٹا دونوں کا تذکرہ کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتا حالانکہ تقریباً تمام کتب رجال میں ان کا تذکرہ موجود ہے، اس پر آپ نے چند حوالے دیئے ہیں (۱) التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳

محترم! آپ تذکرہ کا مفہوم ہی نہیں سمجھے، تذکرہ کا مطلب صرف ان کے نام کا آجانا نہیں بلکہ تذکرہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کو بیان کیا گیا ہو، اسی لئے مولانا صفدر صاحب نے فرمایا کہ ان کی ثقاہت وعدم ثقاہت ثابت نہیں ہو سکی، التاریخ الکبیر کا جو حوالہ آپ نے دیا اس میں ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کا کہاں ذکر ہے؟ (۲) دوسرا حوالہ آپ نے کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۴۰۹ کا دیا ہے اس میں بھی ثقاہت وعدم ثقاہت کا کوئی ذکر نہیں (۳) تیسرا حوالہ آپ نے کتاب الثقات لابن حبان کا دیا ہے اس میں بھی سوائے اس کے کوئی تذکرہ نہیں کہ ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۴) چوتھا حوالہ آپ نے تعجیل المنفعۃ کا دیا ہے اس کے متعلق تو خود مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ تعجیل المنفعۃ میں ہے کہ عیاض نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے حضرت ابو مسعودؓ سے سماعت نہیں کی اور ذمہ داری سے اس کی توثیق اور سماعت کے بغیر اس کی صحت کا ادعاء محض باطل ہوگا

(ازالۃ الریب ص ۳۱۸) نیز تعجیل المنفعۃ میں صرف ابن حبانؒ کا اس کو ثقات میں شامل کرنے کا ذکر ہے اور ابن حبانؒ کے نزدیک تو ایسا مجہول الحال راوی جس پر نہ جرح ثابت ہو اور نہ ہی اس کی تعدیل ثابت ہو وہ ثقہ ہوتا ہے (الرفع والتکمیل ص ۳۳۸، تدریب الراوی ج ا ص ۱۰۸) جبکہ دیگر محدثین کرام کے نزدیک روایت کے قبول کیلئے راوی کا عادل اور ضابط ہونا ضروری ہے۔ (تدریب الراوی ج ا ص ۱۰۵)

محترم! اگر آپ عیاض بن عیاض باپ بیٹے کی توثیق اور ان کی سماعت باحوالہ ثابت کر دیتے تو آپ کی بات کا وزن ہوتا مگر اس جانب آپ نے توجہ ہی نہیں کی اور نہ ہی باپ بیٹے کی ثقاہت اور سماعت ثابت کر سکے ہیں تو ایسی صورت میں آپ کی بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟

دسواں اعتراض

محترم مفتی قادری صاحب! آپ نے دسواں اعتراض آخر میں یہ کیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ مسجد سے چھتیس منافقین کو نکالا گیا تو کیا اور منافق مدینہ میں نہ تھے؟ اس پر آپ نے لکھا کہ آپ کے مخالفین میں سے کسی نے نہیں کہا کہ وہ چھتیس ہی تھے، وہ اس روایت سے اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو افراد منافقین کا علم تھا، پھر آگے آپ نے لکھا کہ امام بیہقیؒ کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہیں اس کے الفاظ تو ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں۔

محترم! اس کے بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس بحث کو ازالۃ الریب میں بنظر انصاف دیکھنے والا آپ کے اعتراض کے بوگس ہونے کو بخوبی جان سکتا ہے، ہم یہاں آپ سے صرف یہ تقاضہ کرتے ہیں کہ آپ نے جو اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ بیہقی کی وہ روایت جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہیں، اس روایت کے الفاظ ہمارے مدعا کو نہایت واضح کر دیتے ہیں تو مولانا صفدر صاحب

نے اس مسئلہ سے متعلق روایت کے راوی ابو احمد الزبیری اور عیاض بن عیاض پر طعن کیا ہے کہ ان کی وجہ سے روایت کمزور ہے لہذا آپ اپنے دعویٰ کے مطابق امام بیہقیؒ کی ایسی روایت پیش فرما دیں جس میں مولانا صاحب کا مطعون راوی نہ ہو هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ.

محترم مفتی قادری صاحب! آپ کے اشکالات واعتراضات کے مختصر جوابات دے دیئے گئے ہیں۔ آپ کو بذریعہ رجسٹری بھی خط کا جواب بھیجا جا رہا ہے اور رسائل کو اشاعت کیلئے بھی دیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین کی سمجھ نصیب فرمائے۔

متشابہات سے متعلق علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں

علماء احناف کے نظریات

مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے اپنی کتاب جاء الحق میں لکھا تھا کہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں، اس کا رد کرتے ہوئے حضرت والد محترم دام مجدہم نے ''ازالۃ الریب'' میں لکھا حنفیوں کا یہ عقیدہ اور وہ بھی اتفاقی؟ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ۔ اس میں میں خاصا اختلاف ہے۔ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیے تھی جس میں یہ تصریح موجود ہے وَلَمْ يُظْهِرْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ عَلَيْهِ (ازالۃ الریب ص ۴۷۸) عرصہ کے بعد مفتی احمد یار خان صاحب کی وکالت میں جناب مفتی محمد خان قادری صاحب نے قلم اٹھایا اور حضرت والد صاحب دام مجدہم کے نام ایک خط رسائل میں شائع کیا جس کا جواب احقر نے ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں دیا اور جناب مفتی قادری صاحب کو ان کی کئی غلط فہمیوں کی جانب توجہ دلائی اور دریافت کیا کہ آپ نے جو عبارت پیش کی ہے کیا اس سے مفتی احمد یار خان صاحب کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے

کہ یہ حنفی مذہب کا متفقہ نظریہ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وکالت کا کیا فائدہ؟
ہمارے اس جواب پر تا دمِ تحریر جناب مفتی قادری صاحب دو قسطوں میں تبصرہ کر چکے ہیں مگر ہمیں حیرانگی ہوئی کہ پوری بحث میں کسی معتبر تو در کنار کسی عام حنفی عالم سے ایک حوالہ بھی وہ مفتی احمد یار خان صاحب کی تائید میں پیش نہیں کر سکے، صرف یہ کیا کہ جوان کا اپنا نظریہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو متشابہات کا علم ہے اسی کی تائید میں سارا زور صرف کیا حالانکہ یہ تو بحث ہی نہیں کہ ایسا کسی نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ آیا اس نظریہ کو حنفیوں کا متفقہ نظریہ کہا جا سکتا ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب نے کہا ہے؟ مگر مفتی قادری صاحب نے اب تک سامنے آنے والے اپنے تین مضامین میں ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ کا متشابہات کا علم رکھنے کا نظریہ حنفیوں کا متفقہ نظریہ ہے، آئندہ اگر کوئی حوالہ اس پر پیش کریں گے تو اس پر تبصرہ کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ مفتی قادری صاحب تو اپنے موکل مفتی احمد یار خان صاحب کی حمایت میں اب تک ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے مگر میرے والد صاحب دام مجدہم نے جو یہ لکھا تھا کہ اس میں خاصا اختلاف ہے اور مفتی قادری صاحب نے اپنے یک طرفہ نظریہ پر بعض عبارات پر پیش کر کے مجھ سے یوں دریافت کیا محترم قارن صاحب اب فرمائیے کیا اس بارے میں خاصا اختلاف ہے؟ تو عرض ہے کہ ہاں اس مسئلہ میں خاصہ اختلاف ہے جس کی وضاحت ہم یہاں عرض کر رہے ہیں۔

علماء احناف کے نظریات

متشابہات سے متعلق علم نبوی ﷺ کے بارہ میں علماء احناف کے تین نظریات ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی متشابہات کا علم نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں پھر اس

نظریہ والوں میں سے بعض حضرات کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ متشابہات کا علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی دیا گیا اور بعض حضرات نے حضور علیہ السلام کے اجتہاد کی بحث میں اس کا ذکر کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم اجتہادی طور پر تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ امت کے کچھ حضرات بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ تینوں قسم کے نظریات کتب احناف میں ذکر کئے گئے ہیں۔

اب ہم مفتی قادری صاحب اور انصاف پسند قارئین کرام سے پوچھتے ہیں کہ جب اس مسئلہ میں تین قسم کے نظریات ہیں تو ان میں سے ایک ایسے نظریہ کو جو جمہور احناف کا نظریہ بھی نہیں کیا اس نظریہ کو احناف کا متفقہ نظریہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا اس اختلاف کو خاصہ اختلاف سے تعبیر کرنا غلط ہے؟

علماء احناف کے ان تین قسم کے نظریات کی تفصیل

پہلا نظریہ

کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور یہ نظریہ جمہور احناف کا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف واجب ہے ملاحظہ ہو اصول السرخسی ج اص ۱۶۹، اصول بزدوی ص ۹، ۱۰، کشف الاسرار علی المنارج ۲ص ۱۵۲، نور الانوار ص ۹۳، کشف الاسرار علی اصول البزدوی ج اص ۵۶ اور اسی طرح دیگر کتب اصول میں مذکور ہے اور شمس الائمہ سرخسیؒ اور فخر الاسلام بزدویؒ اور ان کے متبعین کے علاوہ باقی تمام حضرات مخلوق میں سے کسی کی استثناء نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی متشابہات کا حقیقی علم نہیں ہے۔

چنانچہ امیر بادشاہ حنفی لکھتے ہیں (خِلَافًا لِلۡحَنَفِیَّةِ) حَیۡثُ قَالُوۡا لَا یُمۡکِنُ دَرۡکُهٗ فِی الدُّنۡیَا کَمَا ذَهَبَ اِلَیۡهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوۡنَ وَعَامَّةُ الۡمُتَقَدِّمِیۡنَ غَیۡرَ اَنَّ

فَخْرَ الْإِسْلَامِ وَشَمْسَ الْأَئِمَّةِ اسْتَثْنَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تیسر التحریر ج ا ص ۱۶۳) یعنی شوافع حضرات کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ متشابہات کا علم حاصل ہوسکتا ہے مگر احناف کا نظریہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا علم نہیں ہوسکتا جیسا کہ اس کی جانب صحابہ، تابعین اور اکثر متقدمین گئے ہیں لیکن فخر الاسلام (امام بزدویؒ) اور شمس الائمہ (سرخسیؒ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کیا ہے۔

اور علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں (خِلَافًا لِلْحَنَفِيَّةِ) حَيْثُ قَالُوا لَا يُمْكِنُ دَرْكُهُ فِي الدُّنْيَا أَصْلًا قَالَ فِي التَّحْبِيرِ وَالَّذِي ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْكَشْفِ وَالتَّحْقِيقِ وَغَيْرُهُ أَنَّ مَذْهَبَ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَعَامَّةِ مُتَقَدِّمِي أَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ أَصْحَابِنَا وَأَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَالْقَاضِي أَبِي زَيْدٍ وَفَخْرِ الْإِسْلَامِ وَشَمْسِ الْأَئِمَّةِ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ إِلَّا أَنَّ فَخْرَ الْإِسْلَامِ وَشَمْسَ الْأَئِمَّةِ اسْتَثْنَيَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَا أَنَّ الْمُتَشَابِهَ وَضَحَ لَهُ دُونَ غَيْرِهِ (نسمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانور ص ۶۸) احناف کا نظریہ جمہور شوافع کے نظریہ کے خلاف ہے اس لئے کہ احناف کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا علم نہیں ہوسکتا۔

التحبیر کے مصنف نے کہا ہے کہ الکشف اور التحقیق وغیرہ کے مصنف نے جو کہا ہے وہی اکثر صحابہ، تابعین اور ہمارے (احناف) اکثر متقدمین اہل السنّت اصحاب اور امام شافعیؒ کے اصحاب اور قاضی ابوزید، فخر الاسلام، شمس الائمۃ اور متاخرین کی ایک جماعت کا نظریہ ہے مگر فخر الاسلام اور شمس الائمۃ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کیا اور ذکر کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے متشابہ کی وضاحت تھی اور آپ کے علاوہ کسی کیلئے نہ تھی۔

اور مولانا نظام الدین الکیرانوی التحبیر کے حوالہ سے اوپر جو عبارت ذکر کی

نی ہے اس کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے حضور علیہ السلام کو مستثنیٰ کیا ہے اور باقی حضرات متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی مانتے ہیں اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں اقول مَذْهَبُ عَامَةِ الصَّحَابَةِ وَاهْلِ السُّنَّةِ انهم يَقُولُونَ اَنَّ الْوَقْفَ وَاجِبٌ عَلَى اللهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا يعلم تاويله الا الله بِدَلِيلِ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ اِنْ تَاوِيْلُهُ اِلَّا عِنْدَ اللهِ ۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر صحابہ اور اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ بے شک وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ اِلَّا الله میں لفظ اللہ پر وقف واجب ہے اور اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرات ہے کہ اس (متشابہ) کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے پھر آگے لکھتے ہیں وَالْاَحْوَطُ هُوَ قَوْلُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَهُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ اَهْلِ الْيَقِيْنِ (نظامی علی الحسامی ص ۱۰) متقدمین کا قول ہی زیادہ احتیاط والا ہے اور اہل یقین کے ہاں یہی مختار ہے۔

اور امام عبدالعزیز البخاری متشابہات سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں وَاَمَّا الْعَامَةُ فَقَالُوْا اَلْوَقْفُ عَلٰى قَوْلِهِ اِلَّا اللهُ وَاجِبٌ لِاَنَّهُ اَكَّدَ اَوَّلًا بِالنَّفْيِ ثُمَّ خَصَّصَ اسْمَ اللهِ بِالْاِسْتِثْنَاءِ فَيَقْتَضِيْ اَنَّهُ مِمَّا لَا يُشَارِكُهُ فِيْ عِلْمِهِ سِوَاهُ (کشف الاسرار ج ۱ ص ۵۶) بہر حال اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ الا اللہ پر وقف واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو پہلے نفی کے ساتھ موکد کیا پھر اسم اللہ کی استثناء کی جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ بے شک یہ (متشابہ) ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جن کے بارہ میں خود مفتی قادری صاحب لکھتے ہیں یاد رہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی مسلم طور پر حنفی عالم ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ متشابہ کے بارہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تاویل اور تامل کے ساتھ اس کی مراد معلوم کی

جا سکتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا، پہلے قول کے مطابق نبی اور غیر نبی برابر ہیں اور دوسرے قول جو حنفیہ کا مختار مذہب ہے اس میں بھی نبی اور غیر نبی برابر ہیں پھر آگے لکھتے ہیں وَاخْتَلَفَ کَلَامُ الْعُلَمَاءِ فِیْ ھٰذَا النَّوْعِ فَقِیْلَ یُمْکِنُ تَاوِیْلُہٗ وَقِیْلَ لَایُمْکِنُ تَاوِیْلُہٗ بَلْ یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ وَتَفْوِیْضُ الْمُرَادِ مِنْہُ اِلَی اللہِ سُبْحَانَہٗ فَقِیْلَ اسْتَاْثَرَ اللہُ سُبْحَانَہٗ بِعِلْمِہٖ مَا فَھِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مُرَادَہٗ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَتْبَاعِہٖ وَبِہٖ قَالَ اَکْثَرُ الْعُلَمَاءِ (حاشیہ تفسیر مظہری ج ا ص ۱۴) متشابہات کی اس قسم میں اختلاف ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تاویل ممکن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تاویل ممکن نہیں بلکہ اس کے مطابق ایمان لانا اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اس کی مراد کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور نہ ہی آپ کے متبعین مین سے کسی نے اور اسی کے مطابق اکثر علماء نے کہا ہے۔

قاضی صاحب نے اکثر علماء کا مذہب یہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو متشابہات کا علم نہیں ہے اگرچہ اس سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا مختار مذہب یہ بتایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے۔ ملا علی قاری حنفیؒ لکھتے ہیں قِیْلَ الْمُتَشَابِہُ قِسْمَانِ الْاَوَّلُ لَایَقْبَلُ التَّاوِیْلَ وَلَایَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللہُ کَالنَّفْسِ فِیْ قَوْلِہٖ وَلَا اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ وَالْمَجِیْءِ فِیْ جَاءَ رَبُّکَ وَفَوَاتِحِ السُّوَرِ. (مرقات ج ا ص ۱۶۰) کہا گیا ہے کہ متشابہات کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جو تاویل کو قبول نہیں کرتی اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے جیسا کہ مَافِیْ نَفْسِکَ میں نفس اور جَاءَ رَبُّکَ میں آنا اور بعض سورتوں میں حروف مقطعات متشابہات کی اس قسم میں سے ہیں۔ اسی طرح تقدیر اور روح اور اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کی آیت میں بیان کردہ امور خمسہ کو بھی متشابہات میں شمار کیا گیا ہے تو تقدیر کے بارہ میں بحث کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں وَالْقَدْرُ سِرٌّ

مِنْ اَسْرَارِ اللہِ تَعَالٰی لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِ مَلَکًا مُقَرَّبًا وَّلَا نَبِیًّا مُّرْسَلًا (مرقات ج ا ص ۱۴۵) اور تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس پر اس نے کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو بھی مطلع نہیں فرمایا اسی طرح قیامت کے علم کے بارہ میں فرماتے ہیں اَنَّ عِلْمَ السَّاعَۃِ مِمَّا اسْتَأْثَرَ اللہُ تَعَالٰی بِہٖ (مرقات ج ا ص ۶۶) بے شک قیامت کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔ اور علامہ عینی حنفیؒ قیامت کے علم سے متعلق بحث میں لکھتے ہیں قُلْتُ الْاِعْتِقَادُ بِوُجُوْدِھَا وَبِعَدَمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللہِ مِنَ الدِّیْنِ اَیْضًا (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۸۲) میں کہتا ہوں کہ قیامت کے ہونے کا عقیدہ رکھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں یہ بھی دین میں سے ہے۔ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا بَابُ قَوْلِ اللہِ تَعَالٰی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بخاری ج ا ص ۲۴) اس باب کو قائم کرنے کی وجہ واضح کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ عنوان قائم کرنے سے مقصد یہ ہے کہ وہ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اَنَّ مِنَ الْعِلْمِ شَیْئًا لَّمْ یُطْلِعِ اللہُ عَلَیْھَا نَبِیًّا وَّلَا غَیْرَہٗ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۹) کہ بعض علوم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہ کسی نبی کو مطلع فرمایا ہے اور نہ ہی کسی اور کو۔

اور پھر روح سے متعلق بحث کرتے ہوئے علامہ عینیؒ لکھتے ہیں فَالْاَکْثَرُوْنَ مِنْھُمْ عَلٰی اَنَّ اللہَ تَعَالٰی اَبْھَمَ عِلْمَ الرُّوْحِ عَلَی الْخَلْقِ وَاسْتَأْثَرَہٗ لِنَفْسِہٖ حَتّٰی قَالُوْا اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ عَالِمًا بِہٖ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱) پس ان علماء میں سے اکثر کا نظریہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے روح کا علم مخلوق سے مخفی رکھا ہے اور اس کو اپنے لیے مختص رکھا ہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو نہیں جانتے تھے۔ علامہ عینیؒ نے اکثریت کا نظریہ یہی بتایا مگر خود اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ حضور علیہ السلام کو روح کے بارہ میں علم تھا۔ یہود نے حضور علیہ السلام سے روح کے بارہ میں پوچھا تو اس روح سے کیا

مراد ہے؟ اس کے بارہ میں کئی احتمالات علامہ عینیؒ نے ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک احتمال یہ لکھا کہ وَیُمْکِنُ اَنَّ سُؤَالَھُمْ عَنْ رُوْحِ نَبِیِّ آدَمَ لِاَنَّہٗ مَذْکُوْرٌ فِی التَّوْرَاۃِ اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللہُ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ اِنْ فَسَّرَ الرُّوْحَ فَلَیْسَ بِنَبِیٍّ فَلِذٰلِکَ لَمْ یُجِبْھُمْ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱) اور ہو سکتا ہے کہ ان کا سوال انسانی روح کے بارہ میں ہو اس لئے کہ تورات میں یہ مذکور تھا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور یہود نے کہا کہ اگر اس نے روح کی تفسیر بیان کر دی تو یہ نبی نہیں ہوگا تو اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب نہ دیا۔ علامہ عینیؒ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا سے متعلق بحث میں لکھتے ہیں کہ اس میں غیب سے کیا مراد ہے تو اس بارہ میں ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا علم ہے اور علامہ عینیؒ اس قول کو ضعیف قرار دیتے ہوئے دلیل میں فرماتے ہیں لِاَنَّ عِلْمَ السَّاعَۃِ مِمَّا اسْتَاْثَرَ اللہُ بِعِلْمِہٖ کہ قیامت کا علم تو ان چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور پھر آیت اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ سے متعلق فرماتے ہیں فَمَعْنَاھَا لَا یَعْلَمُ مَتٰی وَقْتُ قِیَامِھَا غَیْرُہٗ فَالتَّقْدِیْرُ اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ وَقْتِ السَّاعَۃِ (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۸۶) تو اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی نہیں جانتا تو تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ قیامت کے قائم ہونے کا وقت اسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ نیز علامہ عینیؒ نے لکھا وَمِنْھَا مَا قِیْلَ مَا وَجْہُ الْاِنْحِصَارِ فِیْ ھٰذِہِ الْخَمْسِ مَعَ اَنَّ الْاُمُوْرَ الَّتِیْ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللہُ کَثِیْرَۃٌ اُجِیْبُ بِاَنَّہٗ اِمَّا لِاَنَّھُمْ کَانُوْا سَاَلُوا الرَّسُوْلَ عَنْ ھٰذِہِ الْخَمْسِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَۃُ جَوَابًا لَّھُمْ وَاِمَّا لِاَنَّھُمْ عَائِدَۃٌ اِلٰی ھٰذِہِ الْخَمْسِ فَافْھَمْ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۳) اس حدیث پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ ان پانچ امور میں حصر کیوں کیا گیا حالانکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا وہ امور تو بہت سے ہیں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

ان پانچ امور سے متعلق ہی سوال کیا تھا تو یہ آیت ان کے جواب میں نازل ہوئی یا یہ کہ باقی امور ان ہی پانچ امور کی جانب لوٹتے ہیں پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

مفتی قادری صاحب کی معصومیت

مفتی قادری بڑی معصومیت سے ہم سے پوچھتے ہیں کہ کسی نے تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ بعض متشابہات کا علم رکھتے ہیں تمام کا نہیں، کیا معمولی نوعیت کے اختلاف کو اہل علم (احناف) نے قابل اعتنا سمجھا ہے، کیا مخالفت کرنے والوں کا رد نہیں کیا؟ آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں کیا اس کو حق صواب قرار نہیں دیا۔ (ماہنامہ سوائے حجاز ص ۵۴ جنوری ۲۰۰۴ء) ہم نے جمہور احناف کا نظریہ علماء احناف ہی کی عبارات سے پیش کر دیا ہے اس لئے ہم سے دریافت کرنے کی بجائے مفتی قادری صاحب کو اگر انصاف کرنے والا دل سینہ میں حاصل ہے تو اپنے دل سے ہی پوچھ لیں کہ کیا نبی کریم ﷺ کو تمام متشابہات کا علم ہونے کا نظریہ جمہور احناف کا ہے؟ جو نظریہ جمہور کا ہے اس کو معمولی نوعیت کا اختلاف اور نا قابل اعتنا کس نے سمجھا ہے؟ کیا جمہور احناف کا نظریہ حق وصواب ہے یا ان کی مخالفت کرنے والوں کا؟ ہمارے نزدیک جمہور احناف کا نظریہ ہی حق وصواب ہے اس لئے ہم نے علماء احناف ہی کی عبارات اس بارہ میں پیش کی ہیں اور طوالت کے خوف سے ان ہی حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔

دوسرا نظریہ

کہ نبی کریم ﷺ بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ نظریہ فخر الاسلام امام بزدوی اور شمس الائمہ امام سرخسی کا ہے اور ان ہی کی پیروی میں بعد والے شارحین اور بعض دیگر حضرات نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے جیسا کہ پہلے نظریہ کی تفصیل کے تحت اس کا بھی کچھ بیان ہو چکا ہے اور اس کے متعلق کچھ حوالے مفتی قادری صاحب نے بھی دیئے ہیں جن میں سے بعض عبارات دیو بندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء

کی پیش کیں اور ہمیں یوں خطاب کیا کہ اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے۔ (سوئے حجاز ص ۴۱ فروری ۲۰۰۴ء) عرض ہے کہ اہل السنّت والجماعت ہونے کے ناطے مالکی، شافعی، حنبلی ہمارے اکابرین ہیں اور دلائل کے ساتھ ان کے نظریات سے اختلاف بھی ہے اسی طرح جن حضرات کی آپ نے ہمارے اکابرین کی حیثیت سے عبارات پیش کی ہیں وہ بے شک ہمارے اکابرین ہیں ان کے کسی نظریہ سے دلیل کے ساتھ اختلاف نہ تو ان کی شان میں گستاخی ہے اور نہ ہی ان کے اکابرین میں سے ہونے سے انکار ہے بالخصوص مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈی جنہوں نے اصول الشاشی، نورالانوار اور حسامی کے تراجم کئے ہیں ان کو تو ان کتابوں میں کئی جگہ غلط فہمیاں ہوئی ہیں اور کئی جگہ ان کو ذھول ہوا ہے جو مدرّسین اور ذہین طلبہ سے مخفی نہیں مگر اس کے باوجود ان کی محنت قابل داد ہے۔

تیسرا نظریہ

کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ امت کے کچھ حضرات بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں، یہ نظریہ مفسر قرآن اسماعیل حقی نے بیان کیا ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی تفسیر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ کو لیا ہے، متشابہات کی بحث میں انہوں نے جو لکھا ہے ان کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے محمد فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ متشابہات کا علم کسی نبی ولی کو نہیں، ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اس لئے اتارا ہے کہ اس کے بندوں کو نفع ہو اور اسے پڑھ کر اس کی مراد کو پہنچیں، اگر یہ کہا جائے کہ متشابہات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تو منکرین اسلام کا اعتراض ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا کلام عبث اور فضول ہے (معاذ اللہ) کہ جس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا وغیرہ وغیرہ۔

(فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پارہ نمبر۳ ص ۱۵۸)

مفتی قادری صاحب کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصل ذمہ داری پوری کریں ہم نے متشابہات کے متعلق علم نبوی ﷺ کے بارہ میں احناف کے تین نظریات باحوالہ بیان کئے ہیں اس لئے ہماری مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ اپنے موکل جناب مفتی احمد یار خان صاحب کی تائید میں علماء احناف سے ایسی عبارات پیش کریں جن سے ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ کو متشابہات کا علم ہونے کا نظریہ احناف کا متفقہ نظریہ ہے اور یہی ان کی اصل ذمہ داری ہے۔ اور اگر وہ اس سے پاؤں کھسکانہ چاہیں اور صرف متشابہات سے متعلق حضور علیہ السلام کو علم ہونے یا نہ ہونے سے متعلق بحث جاری رکھنا چاہیں تو پہلے واضح کریں کہ کیا مفتی احمد یار خان صاحب نے صحیح لکھا ہے یا غلط اور کیا ان پر کی گئی گرفت درست ہے یا نہیں؟ نیز اپنا نظریہ واضح کریں اس لئے کہ انہوں نے علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے عنوان سے بحث شروع کی تھی مگر یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ علم بذریعہ وحی حاصل ہوا تھا یا کہ اس کے بارہ میں آپ ﷺ کا علم اجتہادی تھا نیز انہوں نے بعد میں ایسی عبارات بھی پیش کی ہیں جن سے راسخین فی العلم کے حق میں بھی متشابہات کا علم ثابت ہوتا ہے اس لئے نظریہ کی وضاحت ضروری ہے۔

ہمیں خوشی ہوئی کہ مفتی قادری صاحب نے اپنے دیگر ہم مسلک حضرات کے گالم گلوچ اور متشددانہ انداز سے ہٹ کر مناسب انداز اختیار کیا ہے (اللہ تعالیٰ ان کے حق میں خیر کے فیصلے فرمائے) اس لئے علمی انداز میں بحث جاری رکھنے میں ہمیں مزید خوشی ہوگی۔ مفتی قادری صاحب کے اب تک کے بیانات میں ان کو جو غلط فہمیاں ہوئیں ان کی نشاندھی اور انہوں نے ہماری باتوں کے جو جوابات دیئے اور اپنے نظریہ پر جو دلائل کے طور پر عبارات پیش کیں ان کا تجزیہ انشاء اللہ العزیز آئندہ پیش کیا جائے گا۔

حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہونے سے متعلق پیش کردہ دلائل کا تجزیہ

مفتی محمد خان قادری صاحب نے قرآنی دلائل کا عنوان قائم کر کے پہلی دلیل کے طور پر لکھا کہ مفسرین کرام نے اس پر قرآنی دلیل یہ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ. رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صرف الفاظ قرآنی سے ہی نہیں بلکہ اس کے تمام معانی سے بھی آگاہ فرمایا ہے، پھر اس پر اشکال وارد ہوا کہ متشابہات کے بارے میں تو ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ اللہ کے سوا ان کی تاویل کوئی نہیں جانتا۔ پھر امام رازیؒ سے اس کے دو جواب نقل کئے۔ (ماہنامہ سوائے حجاز ص ۲۴۔۲۵ / جنوری ۲۰۰۴ء)

اول تو یہ دعویٰ ہی درست نہیں کہ تمام مفسرین نے حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہونے کی دلیل یہ دی ہے اس لئے کہ بہت سے حضرات نے الانسان سے کوئی خاص شخصیت نہیں بلکہ مطلق انسان مراد لیا ہے ملاحظہ ہو بیضاوی، جلالین وغیرہ اور امام طبریؒ نے اسی قول کو درست کہا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں وَالصَّوَابُ مِنَ الۡقَوۡلِ فِیۡ ذَالِکَ اَنۡ یُّقَالَ مَعۡنٰی ذَالِکَ اَنَّ اللّٰہَ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَابِہِ الۡحَاجَۃُ اِلَیۡہِ مِنۡ اَمۡرِ دِیۡنِہٖ وَدُنۡیَاہُ (تفسیر طبری ج ۲۷ ص ۱۱۵) اور درست قول یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جن کی اس کو ضرورت ہے یعنی دینی اور دنیاوی امور حلال وحرام اور زندگی گزارنے کے طور طریقہ اور بولنا وغیرہ۔

اور جن حضرات نے الانسان سے حضور علیہ السلام کی شخصیت مراد لی ہے ان کا قول بھی بعض مفسرین نے نقل کیا ہے مگر اس سے بھی محترم مفتی قادری صاحب کا

مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ انہوں نے بھی وہ علم مراد لیا ہے جو ذات خداوندی کے ساتھ مختص نہیں اور وہ علم مراد لیا ہے جس کو حضور علیہ السلام نے امت تک پہنچا دیا ہے، چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں وَقَالَ الْمَرسِیُّ جَمَعَ الْقُرْآنُ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ بِحَیْثُ لَمْ یُحِطْ بِھَا عِلْمًا حَقِیْقَۃً اِلَّا الْمُتَکَلِّمُ بِہٖ ثُمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَلَا مَا اسْتَأْثَرَ بِہٖ سُبْحَانَہٗ (روح المعانی ج ۲۷ ص ۹۸) اور المرسی نے کہا کہ قرآن کریم نے اولین و آخرین کے تمام علوم کو جمع کر دیا ہے، اس حیثیت سے کہ ان کے حقیقی علم کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم ہے سوائے ان باتوں کے جن کے جاننے میں رب تعالیٰ کی ذات یگانہ ہے۔

اور علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں عَلَّمَ الْقُرْآنَ اَیْ عَلَّمَہٗ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَدَّاہُ اِلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ (قرطبی ج ۱۷ ص ۱۵۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا یہاں تک کہ انہوں نے تمام لوگوں تک وہ پہنچا دیا۔

اور یہ بات کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ قرآن کریم کی آیات مختلف قسم کی ہیں، بعض آیات میں احکامات ہیں، بعض میں قصص و واقعات ہیں، بعض آیات جو منسوخ الاحکام ہیں ان کی صرف تلاوت ہے تو حضور علیہ السلام نے ہر آیت کو اس کے مطابق بیان فرما کر امت تک پہنچا دیا۔ اور متشابہات کی تلاوت کے علاوہ چونکہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایات سے کچھ ثابت نہیں تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی متشابہات کی صرف تلاوت کا علم دیا گیا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت تک پہنچا دیا۔ اگر اس کے علاوہ بھی علم دیا گیا ہوتا تو آپ ضرور وہ بھی امت تک پہنچا دیتے۔

چنانچہ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں وَالدَّلِیْلُ عَلٰی جَوَازِ ذٰلِکَ اَنَّہٗ یَتَعَلَّقُ بِصِیْغَۃِ التِّلَاوَۃِ حُکْمَانِ مَقْصُوْدَانِ اَحَدُھُمَا جَوَازُ الصَّلٰوۃِ وَالثَّانِیْ النَّظْمُ الْمُعْجِزُ وَبَعْدَ اِنْتِسَاخِ الْحُکْمِ الَّذِیْ ھُوَ الْعَمَلُ بِہٖ یَبْقٰی ھٰذَانِ

الْمُحْكَمَانِ وَهُمَا مَقْصُوْدَانِ اَلَاتَرٰی اَنَّ الْمُتَشَابِهَ فِی الْقُرْآنِ اِنَّمَا يُثْبِتُ هٰذَانِ الْمُحْكَمَانِ فَقَطْ. (اصول السرخسی ج ۲ ص ۸۰)

اور اس کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ تلاوت کئے جانے والے صیغہ کے ساتھ دو حکم مقصود ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس کی تلاوت سے نماز کا جواز ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ ایسا کلام ہے جس جیسا کلام لانے سے مخلوق عاجز ہے اور جس آیت میں مذکور کسی حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہو تو حکم منسوخ ہونے کے باوجود آیت کی تلاوت سے یہ دونوں مقصودی حکم باقی رہتے ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قرآن کریم میں جو متشابہات ہیں وہ صرف ان دو ہی حکموں کو ثابت کرتے ہیں۔

علامہ سرخسیؒ نے وضاحت کر دی کہ متشابہات سے مقصود ان کی تلاوت سے نماز کا جواز اور ان کا معجز ہونا ہے اور حضور علیہ السلام نے ان متشابہات کی تلاوت کر کے پڑھنے کا انداز بتا دیا اور نماز میں پڑھ کر ان سے نماز کا جواز بتا دیا تو جو مقصد تھا وہ بیان کر دیا، اگر کوئی اور مقصد ہوتا تو وہ بھی آپ بیان فرما دیتے اس لئے کہ آپ ﷺ پر بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ جیسی آیات کی روشنی میں ذمہ داری تھی کہ ہر آیت کو اس کی حیثیت کے مطابق امت تک پہنچائیں، اس لئے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم تلاوت اور اس کے معجز ہونے کی حد تک آپ ﷺ کو دیا گیا ان کا نظریہ مضبوط ہے۔

اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ متشابہات کا علم اس حد سے زیادہ بھی دیا گیا تھا تو ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ذمہ داری ہونے کے باوجود امت پر بیان کیوں نہیں کیا، باقی رہا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ یہ سِرٌّ بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ہے تو اس کی دلیل چاہیے اس لیے کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اور مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ میں ما عامہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ پر اتارا گیا وہ آپ امت تک پہنچا دیں اور اس کی وضاحت فرما دیں۔

اور اگر متشابہات کو امت تک پہنچانے کی استثناء کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ متشابہات کا مفہوم امت تک نہ پہنچانے کا آپ کو حکم تھا تو یہ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ اور مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ کے عموم میں خصوص کا دعویٰ ہے اور اس کے عموم میں خصوص کیلئے دلیل قطعی چاہیئے، احناف تو عام لَمْ يُخَصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ میں خبر واحد صحیح کی وجہ سے بھی خصوص کے قائل نہیں ہیں چہ جائیکہ بعض حضرات کے جاز اور یمکن کے قول کی بنا پر تخصیص کی جائے، جن کا سہارا مفتی قادری صاحب نے لیا ہے۔

پھر مفتی قادری صاحب کو یہ تو سوچنا چاہیے کہ بحث احناف کے نظریہ سے متعلق ہے اور دلیل میں امام رازیؒ کی عبارت کو پیش کر رہے ہیں جو کہ شافعی المسلک ہیں اور شوافع کا احناف کے ساتھ اس مسئلہ میں بنیادی اختلاف ہے اور امام رازیؒ نے اپنے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے ہی بحث کی ہے کہ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو بھی ہے اور جو عبارت مفتی قادری صاحب نے ان کی پیش کی ہے اس میں بھی ہے۔

۱۔ بندے اگرچہ بالیقین اس کا معنی نہیں جانتے لیکن بقدر طاقت و امکان جانتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے سوا نہ ماننے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے علاوہ از خود کوئی نہیں جانتا جب تک وہ نہ بتائے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتاب اللہ دیگر کتب کی طرح نہیں جن سے محض قوت ذکاوت و علوم کے ذریعے مسائل کا استنباط کر لیا جائے۔ (ماہنامہ سوائے حجاز ص ۲۵، جنوری ۲۰۰۴ء) جب امام رازیؒ نے اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے تو مفتی قادری صاحب حنفی کہلوانے کے باوجود اس کو کیسے دلیل بنا رہے ہیں؟

دوسری دلیل اور اس کا جواب

مفتی قادری صاحب نے دوسری دلیل دی ہے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ

لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ .
اے حبیب آپ اسے جلدی یاد کرنے کیلئے زبان کو حرکت نہ دیں، ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور اسے پڑھانا جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کی اتباع کریں پھر ہمارا ہی ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ سے جو وعدے فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہم آپ کو قرآن کی تمام تفاصیل سے بھی آگاہ کریں گے۔

مفسرین فرماتے ہیں اگر ہم یہ مانیں کہ آپ ﷺ کو کچھ آیات قرآنی (متشابہات) کے معانی سے آگاہی نہیں عطا کی گئی تو یہ وعدہ کی خلاف ورزی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ کے خلاف کرنا محال ہے اور پھر آگے تفسیر مظہری کا حوالہ دیا ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۲۶)

جواب:

وعدہ خلافی کا اشکال ان لوگوں کے نظریہ کے مطابق ہوتا ہے جو اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کا معنی کھول کر بیان کر دینا کرتے ہیں اور یہ معنی کچھ لوگوں نے کیا ہے جبکہ اکثر مفسرین یہ معنی نہیں کرتے۔

امام بخاری کتاب التفسیر میں فرماتے ہیں ثُمَّ اِنَّهٗ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَنْ نُّبَيِّنَهٗ عَلٰى لِسَانِكَ۔ (بخاری ج۲ ص ۷۳۳) کہ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کہ بے شک ہمارے ذمہ ہے کہ اس کو آپ کی زبان سے بیان کرا دیں۔

اور امام قرطبیؒ لکھتے ہیں ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَىْ تَفْسِيْرَ مَافِيْهِ مِنَ الْحُدُوْدِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ قَالَهٗ قَتَادَةُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَ مَافِيْهِ مِنَ الْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ وَتَحْقِيْقِهِمَا وَقِيْلَ اَىْ اَنَّ عَلَيْنَا اَنْ نُّبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ (تفسیر قرطبی ج۱۹ ص ۱۰۶) کہ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو حدود اور حلال وحرام

ہیں ان کی تفسیر ہمارے ذمہ ہے۔ یہ قتادہؒ نے کہا ہے پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان جو اس میں وعدے اور وعید اور ان کی تحقیق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ اس کو آپ کی زبان سے بیان کرانا ہمارے ذمہ ہے۔

اور تفسیر خازن میں ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَه اَیْ اَنْ نُّبَیِّنَه بِلِسَانِکَ فَتَقْرَأُہٗ کَمَا اَقْرَأَکَ جِبْرِیْلُ (خازن ج ۷ ص ۱۸۵) یعنی ہم اس قرآن کو آپ کی زبان سے بیان کرائیں گے پھر آپ اس کو پڑھیں گے جیسا کہ جبرائیلؑ نے آپ کو پڑھایا اور اسی کے مطابق معالم التنزیل ج ۷ ص ۱۸۵ میں بھی ہے۔

اور علامہ حقی لکھتے ہیں ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَه اَیْ بَیَانُ مَا اَشْکَلَ عَلَیْکَ مِنْ مَّعَانِیْهِ وَاَحْکَامِهٖ وَسُمِّیَ مَایَشْرَحُ الْمُجْمَلَ وَالْمُبْهَمَ مِنَ الْکَلَامِ بَیَانًا لِکَشْفِهٖ عَنِ الْمَعْنَی الْمَقْصُوْدُ اِظْهَارُہٗ۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۲۴۸) یعنی جو کلام ایسی ہو جس کے معانی اور احکام آپ پر مشکل ہوں تو ان کا بیان ہمارے ذمہ ہے اور مجمل اور مبہم کلام کی شرح کو بیان کہا گیا ہے اس لئے کہ اس سے مقصودی معنی واضح ہوتا ہے۔

مفتی قادری صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی عبارت پیش کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے تو تمام قرآن بیان و ہدایت نہیں رہے گا اور وعدہ الٰہی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَه کی بھی خلاف ورزی لازم آئے گی حالانکہ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے محکمات اور متشابہات حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری اور لازم ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۴)

قاضی پانی پتی صاحبؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر مان لیا جائے رسول اللہ ﷺ متشابہات کا علم نہیں رکھتے تو تمام قرآن بیان و ہدایت نہیں رہے گا تو ایسا اعتراض شوافع نے احناف پر کیا ہے کہ اگر تم وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کرتے ہو تو پھر

متشابہات کے نزول کا فائدہ ہی کوئی نہیں جیسا کہ شوافع کا یہ اعتراض علامہ نسفیؒ نے نقل کیا ہے اَمَّا اِذَا وُقِفَ عَلَیْہِ فَلَا تَظْھَرُ الْفَائِدَۃُ فِیْ اِنْزَالِہٖ اَصْلًا اِذْ اِنْزَالُ الْقُرْآنِ لِلْعَمَلِ بِہٖ وَلَا عَمَلَ اِلَّا بِالْعِلْمِ وَلَا عِلْمَ حِیْنَئِذٍ. (کشف الاسرار علی المنارج اص ۱۵۳) بہر حال جب اس (لفظ اللہ) پر وقف کیا جائے تو اس کو نازل کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں اس لیے کہ قرآن کا نزول تو عمل کیلئے ہے اور علم کے بغیر عمل نہیں ہوسکتا اور ایسی صورت میں علم ہے ہی نہیں۔ جس اعتراض سے بچنے کیلئے قاضی صاحبؒ نے حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم ہونے کا نظریہ اپنایا ہے وہ اعتراض تو بدستور باقی رہتا ہے کہ جب عام مسلمانوں کو متشابہات کا علم نہیں تو ان کا عمل بھی اس پر نہیں ہوگا تو نزول کا فائدہ کیا؟ اور اسی اعتراض کا احناف نے جواب دیا ہے۔

اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن کریم صرف حضور علیہ السلام کیلئے ہدایت اور بیان نہیں بلکہ ھدی للناس تمام لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ہم نے تمہاری طرف نور مبین اتارا ہے تو قرآن کریم تمام مسلمانوں کیلئے نور مبین ہے اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کریم ہدایت اور بیان اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ متشابہات کا علم ہو تو پھر عام مسلمانوں کیلئے بھی اس کا علم ضروری ہوگا جبکہ احناف میں چند گنتی کے افراد چھوڑ کر باقی کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ امت کے افراد کو بھی متشابہات کا علم ہے اور مفتی قادری صاحب نے رسالہ مذکورہ کے ص ۴۳ پر امام ابن قتیبہ دینوریؒ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن اس لئے نازل کیا تاکہ بندوں کو اس سے نفع ہو اور اپنے منشا سے انہیں آگاہی دے، اگر متشابہ کوئی جان ہی نہیں سکتا تو ہم پر ملحدین طعن کرتے ہوئے اعتراض کرسکتے ہیں الخ، اور پھر اس نظریہ کی صورت میں حضور علیہ السلام پر الزام آتا ہے کہ آپ نے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اور اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ کے حکم کو پورا نہیں کیا اور کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ السلام نے حکم خداوندی میں کسی قسم کی کوتاہی کی ہو۔

باقی رہا قاضی صاحبؒ کا وعدہ کی خلاف ورزی کا اشکال تو یہ اشکال اس معنیٰ کو لینے کی صورت میں ہے جو انہوں نے کیا ہے جبکہ باقی اکثر مفسرین نے وہ معنیٰ نہیں کیا تو قرآنی آیت کا ایسا معنیٰ ہی کیوں لیا جائے جس پر اشکال وارد ہوتا ہے۔

مفتی قادری صاحب کی توجہ کیلئے

محترم! آپ نے رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۳۰ میں علمائے احناف کا موقف کا عنوان قائم کیا اور نمبر ۱ میں امام رازیؒ اور نمبر ۲ میں امام قرطبیؒ کا حوالہ دیا حالانکہ یہ دونوں شافعی المسلک ہیں ان کو علمائے احناف کے عنوان کے تحت ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے؟ جبکہ امام رازیؒ کے شافعی ہونے کی صراحت آپ نے خود بھی کی ہے۔

وہم کا ازالہ یا وہم کے بھنور میں

مفتی قادری صاحب نے وہم کا ازالہ کا عنوان قائم کر کے المنار کے حوالہ سے لکھا کہ متشابہ اس کو کہتے ہیں جس لفظ کی معرفت مراد کی امید ختم اور اس کے واضح ہونے کی کبھی امید نہ کی جا سکے اور حسامی کے حوالہ سے لکھا کہ جس کے ادراک کا کوئی راستہ نہ ہو حتیٰ کہ اس کی طلب ختم ہو جائے۔

پھر آگے مفتی قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اب شک پیدا ہوا شاید رسول اللہ ﷺ بھی انہیں نہیں جانتے تو اس وہم کا ان علماء نے ہر جگہ ازالہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ یہ معاملہ امت کے حق میں ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں۔
(رسالہ مذکورہ ص ۳۱)

مفتی قادری صاحب سے گزارش ہے کہ یہ وہم کا ازالہ ہے یا وہم کے بھنور میں گھومنا۔ اس لیے کہ آپ نے خود متشابہ کی تعریف یہ کی ہے کہ اس کے ادراک کا کوئی

راستہ نہ ہو تو جب رسول اللہ ﷺ ان کا مفہوم جانتے ہیں جن کو متشابہات کہا گیا ہے تو آپ ﷺ کے حق میں تو وہ متشابہات نہ رہے حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْہُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَاتٌ . اللہ کی ذات وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس کی آیات محکم بھی ہیں جو اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں، یہ آیت بتاتی ہے کہ محکمات اور متشابہات پہلے حضور ﷺ کے حق میں ہیں اور پھر آپ کے واسطہ سے امت کے حق میں ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علیک کے خطاب سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

مفتی قادری صاحب نے امام عبدالعزیز بخاریؒ سے اعتراض اور اس کا جواب نقل کیا کہ احناف کے نزدیک الا اللہ پر وقف واجب ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی دوسروں کی طرح متشابہات کا علم نہیں رکھتے اور اگر وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر وقف ہو تو لازم آئے گا کہ ان متشابہات کا علم آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہ رہے۔

تو اس اعتراض کے جواب میں کہا کہ اگر وقف اِلَّا اللہ پر ہو تو آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ کی تعلیم کے بغیر اس کی تاویل کوئی نہیں جان سکتا۔ الخ (رسالہ مذکورہ ص ۳۷)

اب ہر قاری جان سکتا ہے کہ اس جواب میں کتنا وزن ہے اس لیے کہ یہ کہا گیا ہے کہ متشابہ کی تاویل اللہ کی تعلیم کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا حالانکہ حضرات علماء نے متشابہ کی تعریف یہ کی ہے کہ اس دنیا میں اس کے جاننے کا کوئی امکان نہ ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ تعریف صرف امت کے حق میں ہے تو اس کی واضح دلیل چاہیے اور پھر قطعی اور صریح دلیل سے ثابت کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس کی تعلیم دی ہے، صرف ہو سکتا ہے یا جائز ہے سے دلیل قائم نہیں ہو سکتی جیسا کہ بعض عبارات سے مفتی قادری

صاحب نے ایسا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ صرف متشابہ کے ساتھ کیونکر مخصوص ہے اس لئے کہ یہ تو سارے قرآن کے بارہ میں نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تعلیم ہونے کے بغیر کوئی اس کو نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ خود مفتی قادری صاحب نے امام رازیؒ سے نقل کیا ہے کہ کتاب اللہ دیگر کتب کی طرح نہیں جن سے محض قوت ذکاوت وعلوم کے ذریعے مسائل کا استنباط کر لیا جائے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۲۵)

پھر مفتی قادری صاحب نے بعض عبارات ایسی پیش کی ہیں جن میں ہے کہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد تعلیم حاصل ہوئی ہو تو اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہ رکھتے ہو (صفحہ ۳۸) مگر اس پر کیا دلیل ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ کو متشابہ کا علم دیا گیا وہ واضح اور صریح دلیل پیش کرنی چاہیے اور ازالۃ الریب ص ۷۷ میں اتقان کے حوالہ سے لکھا اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا اجماع امت سے حاصل ہوں اور پھر آگے بریکٹ میں لکھا اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

جب مفتی قادری صاحب نے مفتی احمد یار خان صاحب کی حمایت اور ازالۃ الریب میں متشابہ سے متعلق کی گئی بحث کی تردید میں قلم اٹھایا ہے تو وہ قرآن کریم یا حدیث شریف سے واضح دلیل پیش کریں جس میں وضاحت ہو کہ متشابہ کا علم آنحضرت ﷺ کو دیا گیا ہے حالانکہ علامہ عینیؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب روح کے متعلق سوال کرنے والوں کو جواب دیا گیا کہ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا نَحْنُ مُخْتَصُّونَ أَمْ أَنْتَ مَعَنَا فَقَالَ بَلْ نَحْنُ وَأَنْتُمْ لَمْ نُؤْتَ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۹۹) کہ کیا یہ

خصوصیت سے ہمیں کہا گیا ہے یا آپ بھی ہمارے ساتھ اس حکم میں شریک ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ہم اور تم نہیں علم دیئے گئے مگر تھوڑا۔

غلط دعویٰ

مفتی قادری صاحب صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ حضور کا جاننا امت کا متفقہ موقف ہے الخ۔ حالانکہ ہم نے گزشتہ قسط میں باحوالہ لکھا کہ متقدمین احناف سارے اور متاخرین کا مُعتَدبِہ طبقہ اس کا قائل ہے کہ اِلَّا اللّٰہ پر وقف واجب ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس کا علم نہیں رکھتا لہٰذا یہ دعویٰ ہی سرے سے غلط ہے کہ حضور علیہ السلام کا متشابہات کو جاننا یہ امت کا متفقہ نظریہ ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کا حوالہ

مفتی قادری صاحب نے قاضی صاحب کے حوالہ سے لکھا کہ متشابہات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں، ان سے مقصود عوام کو آگاہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں میں سے جس کو چاہے ان سے آگاہی عطا فرمادے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۷)

حضرت قاضی صاحبؒ نے خود لکھا ہے کہ اکثر علماء کا نظریہ تو اس کے خلاف ہے مگر میرے نزدیک یہ مختار ہے اور اس کو خود مفتی قادری صاحب نے بھی صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے تو اکثر علماء کے خلاف قاضی صاحبؒ کی بات کو رد کرنا ہی مناسب ہے جبکہ اس پر کوئی ٹھوس دلیل بھی نہیں اور پھر یہ بھی کہ جب بقول قاضی صاحب یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں تو پھر اس راز میں رسول ﷺ کے علاوہ دوسروں کو کیوں شریک کیا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ آپ کے کامل اتباع کرنے والوں میں سے جس کو چاہے ان سے آگاہی عطا فرمادے، جب اور بھی شریک کردیئے گئے تو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز کیسے رہے؟

امام سجاوندیؒ کا حوالہ

جناب مفتی قادری صاحب نے حضرت قاضی صاحب پانی پتیؒ کے حوالہ سے لکھا کہ امام سجاوندیؒ نے کہا ہے کہ صدر اول سے ہی حروف تہجی کے بارہ میں یہی منقول ہے کہ یہ اللہ تعالی اور اس کے نبی ﷺ کے راز و رموز ہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۷)

خود حضرت قاضی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ متشابہ کی مراد کو نہیں پایا جا سکتا اور اس میں رسول اللہ ﷺ اور باقی لوگ برابر ہیں۔

(حاشیہ تفسیر مظہری ج ا ص ۱۴)

جب احناف کا مختار نظریہ یہ ہے تو اس کے خلاف نظریہ کو صدر اول سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہاں بعض حضرات کے نزدیک حروف مقطعات متشبہات میں سے نہیں ہیں اس لیے اس نظریہ کے تحت اگر صدر اول سے کسی کی عبارت ایسی ملتی ہے تو اس کو صدر اول کا ترجیحی نظریہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

امام بیضاویؒ کا حوالہ

امام بیضاویؒ کے حوالہ سے مفتی قادری صاحب نے لکھا کہ منقول ہے کہ یہ راز اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے، چاروں خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ (رسالہ مذکورہ صفحہ ۴۸)

اس سے حضرات خلفاء راشدینؓ کا نظریہ اجاگر ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ وہی ہے جس کو متقدمین احناف نے اختیار کیا ہے، چونکہ امام بیضاویؒ شافعی المسلک ہیں اور اس سے ان کے نظریہ پر زد پڑتی تھی اس لیے انہوں نے آگے لکھا جس کا ترجمہ مفتی قادری صاحب نے یوں کیا ہے ممکن ہے ان کی مراد ہو کہ یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز و رموز ہیں الخ۔ لَعَلَّهُمْ سے امام بیضاویؒ کے نظریہ کا اظہار ہے اور ان کی اپنی توجیہ ہے، اس سے حضرات خلفاء راشدینؓ کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا نظریہ

وہی ہے جو پہلے امام بیضاویؒ نے بیان کیا ہے کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مفتی قادری صاحب کی توجہ کیلئے

مفتی قادری صاحب صفحہ ۵۲ اور صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ کوئی مومن آپ ﷺ کے اس خطاب کو سمجھنے میں شک ہی نہیں کر سکتا اور پھر آگے لکھتے ہیں یہی وجہ ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ متشابہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے وہ بواسطہ وحی حضور ﷺ کے مفصل حصول علم کا انکار نہیں کرتے، پھر آگے لکھتے ہیں ان کا انکار وہ آدمی ہرگز نہیں کر سکتا جو حضور ﷺ کے مقام اور اولیاء کاملین کے رتبہ کو جانتا ہے الخ۔

مفتی قادری صاحب کو اس عبارت پر خوش ہونے کی بجائے متفکر ہونا چاہیے کہ جب متقدمین سارے اور متاخرین میں سے بہت سے احناف کا مختار نظریہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نبی کریم ﷺ سمیت متشابہات کا علم کسی کو نہیں ہے تو ان تمام حضرات کو کس زمرہ میں شمار کیا جائے گا؟ کیا یہ مومن نہیں تھے؟ کیا یہ حضور ﷺ کے مقام سے آگاہ نہ تھے؟

دلائل کا تجزیہ

مفتی محمد خان قادری صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں بعض اکابر دیو بند کی عبارات بھی پیش کیں اور عنوان قائم کیا کہ اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے۔ اس میں انہوں نے پہلے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا حوالہ دیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان بھید ہیں۔

ہماری مفتی قادری صاحب سے گزارش ہے کہ متشابہات سے متعلق بحث کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے یقیناً یہ بھی معلوم کر لیا ہوگا کہ بعض علماء نے حروف مقطعات کو متشابہات میں شمار ہی نہیں کیا، ہوسکتا ہے کہ مولانا عثمانیؒ کا نظریہ بھی حروف مقطعات کے متعلق یہی ہو ورنہ جو چیز ان کے ہاں یقیناً متشابہات میں سے ہے مثلاً قیامت کا علم تو اس کے بارہ میں وہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے چنانچہ وہ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ کی تفسیر میں یوں وضاحت فرماتے ہیں یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرما دیا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سنہ میں آئے گی، اس کی تعیین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں، وہ ہی وقت معین ومقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان وزمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں، گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہوگا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ پ ۹ ص ۲۲۵)

اس عبارت سے واضح ہے کہ مولانا عثمانیؒ کا نظریہ کیا ہے، اگر وہ حروف

مقطعات کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بھید کہتے ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ متشابہات کا علم حضور ﷺ کیلئے مانتے ہیں۔

پھر مفتی قادری صاحب نے اصول الشاشی وغیرہ کتب کے مترجمین میں سے بعض حضرات کی عبارات پیش کی ہیں جن کے متعلق ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان حضرات نے امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کی پیروی کرتے ہوئے ایسا لکھ دیا ہے جبکہ متقدمین احناف اور متاخرین احناف میں سے معتد بہ طبقہ کا یہی موقف ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ میں الا اللہ پر وقف واجب ہے اور اس کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کو نہیں جانتا۔

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی کی بعض عبارات مفتی قادری صاحب نے بطور خاص دلیل میں پیش کی ہیں جن کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سکروڈوی صاحب کو ان کتابوں میں لکھتے وقت کئی مقامات میں ذھول ہوا ہے اور جہاں ان کو ذھول ہوا اسی کو جناب مفتی قادری صاحب نے اپنے حق میں دلیل سمجھ لیا جیسا کہ ان کی ایک عبارت اپنے رسالہ ماہنامہ سوئے حجاز فروری ۲۰۰۴ء کے صفحہ نمبر ۴۲ میں پیش کی کہ شارح نور الانوار نے فرمایا کہ ہم حنفیوں کے نزدیک متشابہ کی مراد کا یقینی طور پر معلوم نہ ہونا امت کے حق میں ہے۔ (قوت الاخیار ج ۲ ص ۵۰) اس عبارت میں محترم سکروڈوی صاحب کو هٰذَا عِنْدَنَا میں هٰذَا کے مشار الیہ کی تعیین میں ذھول ہوا ہے اس لئے کہ انہوں نے ھذا کا مشار الیہ ملا جیون ہی کی ماقبل عبارت کو قرار دیا ہے حالانکہ اس ھذا کا مشار الیہ تو ماتن کی عبارت ہے جیسا کہ مولانا عبد الحلیم لکھنویؒ حاشیہ نور الانوار میں فرماتے ہیں قولہ وَهٰذَا أَيْ اِنْقِطَاعُ رَجَاءِ مَعْرِفَةِ الْمُرَادِ مِنَ الْمُتَشَابِهِ (حاشیہ نور الانوار ص ۹۳) یعنی ہذا سے مراد ماتن کی عبارت ہے جو اس نے کہا ہے کہ متشابہ اس کلام کا نام ہے جس کی مراد جاننے کی امید منقطع ہو چکی ہو۔ اور نور الانوار کے مترجمین مولانا سید عبد الاحد قاسمی صاحب اور مولانا عبد الحق صاحب جلال

آبادی بھی وَھٰذَا عِنْدَنَا کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور متشابہ کا مَعْلُوْمُ الْمُرَادْ نہ ہونا ہمارا مذہب ہے۔ (ازھر الازھار ترجمہ نور الانوار ص ۱۳۴) اس عبارت میں محترم سکروڈوی صاحب کو ذھول ہوا مگر مفتی قادری صاحب اسی کو اپنے حق میں دلیل سمجھ رہے ہیں۔

ہم نے گزشتہ قسط میں تفصیل سے حوالہ جات کے ساتھ لکھا کہ متقدمین احناف سارے اور متاخرین کا معتد بہ طبقہ مخلوق میں سے کسی کی استثناء کئے بغیر متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مانتا ہے تو ایسی حالت میں احناف کا مذہب وہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے جو سکروڈوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح محترم سکروڈوی صاحب نے اسی عبارت میں آگے لکھا اور جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر معلوم المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت ہوگا، اس کی تائید صدیق اکبرؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے فِیْ کُلِّ کِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّ فِی الْقُرْاٰنِ ھٰذِہِ الْحُرُوْفُ ہر کتاب میں کچھ راز کی بات ہوتی ہے اور قرآن میں اللہ اور رسول اللہ میں راز کی بات یہ حروف یعنی مقطعات قرآن ہیں پس رسول ان حروف کا رازدان اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ رسول ان کی مراد سے واقف ہو۔ الخ

یہاں بھی محترم سکروڈوی صاحب کو ذھول ہوا ہے اس لئے کہ اس بارہ میں تین قسم کے جملے استعمال کیے جاتے ہیں۔

(۱) سِرٌّ مِّنْ اَسْرَارِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے راز ہے جس کو صرف وہی جانتا ہے۔

(۲) سِرُّ الْکِتَابِ یعنی یہ کتاب کے اندر راز ہے جس کو صرف کتاب نازل کرنے والا ہی جانتا ہے۔ ان دونوں جملوں کا مفہوم تقریباً ایک جیسا ہے۔

(۳) سِرٌّ بَیْنَ اللّٰہِ وَبَیْنَ رَسُوْلِہٖ کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہے، اس جملہ کا مفہوم پہلے جملوں سے مختلف ہے، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب کا راز ہے اس سے یہ مفہوم لینا کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

کے درمیان راز ہے یہ درست نہیں ہے، حضرت صدیق اکبرؓ کے فرمان کا مفہوم واضح کرنے میں محترم سکروڈوی صاحب کو ذھول ہوا ہے مگر مفتی قادری صاحب اسی کو اپنی تائید میں دلیل سمجھ رہے ہیں، ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کتاب اتاری ہے تو کتاب کے ہر کلمہ کا علم نبی کو ہونا چاہیے مگر یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کتاب کے کسی کلمہ پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بھی آگاہ نہ کرے اس پر امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی عبارت غور سے پڑھنی چاہیے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم سے پوچھا جائے کہ رب تعالیٰ کیسے تعجب کرتا ہے اور کیسے خوش ہوتا ہے مثلاً تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو آیا ہے اس پر بھی اس کی مراد سمیت ایمان رکھتے ہیں اور کیفیت کو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سونپ دیتے ہیں، وَقَدْ تَكُوْنُ الرُّسُلُ اَيْضًا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَاتِيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ذَالِكَ الْاَمْرِ مِثْلَنَا فَتَرِدُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَخْبَارَاتِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيُسَلِّمُوْنَ عِلْمَهَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا سَلَّمْنَاهُ (الیواقیت والجواھر ص ۱۰۵، ۱۰۶) اور کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسولوں پر جو چیز نازل ہوتی ہے تو اس معاملہ میں رسول بھی ہماری طرح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر خبریں آتی ہیں تو وہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سونپ دیتے ہیں جیسا کہ ہم سونپ دیتے ہیں، امام شعرانیؒ کی اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ نبی بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی ہر بات کو جانتا ہو بلکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ ظاہر کو تسلیم کرے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کردے، اس لئے کتاب کا جو راز ہے وہ نبی کریم ﷺ کیلئے جاننا ضروری نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر فی الکتاب کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز پر محمول کیا جائے۔

ہماری گرفت اور محترم مفتی قادری صاحب کا جواب

ہم نے مفتی قادری صاحب کی عبارت پر گرفت کی تھی کہ آپ نے عبارت

التنقیح کی پیش کی ہے مگر حوالہ التوضیح کا دیا ہے تو اس کے جواب میں مفتی قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے صاحب توضیح کی عبارت لکھا تھا اور التنقیح بھی صاحب توضیح کی ہے تو اسے صاحب توضیح کی عبارت کہنے میں کیا حرج ہے اور التوضیح کا حوالہ ہم نے عرف کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا ہے اس لیے کہ اس کتاب کا نام التوضیح والتلویح ہی مشہور ہے۔

(ملخصاً ماہنامہ سوئے حجاز فروری ۲۰۰۴ ص ۴۴، ۴۵)

ہماری مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ اتنے چکر کاٹنے کی کیا ضرورت ہے؟ لکھتے وقت بہت سے حضرات سے ذھول ہو جاتا ہے اور توجہ دلانے پر اس کی اصلاح کر لیتے ہیں اور آپ نے بھی ہماری جانب سے توجہ دلانے پر اصلاح کر لی اور دوبارہ جب عبارت لکھی تو حوالہ التنقیح کا دیا۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ سوئے حجاز جنوری ۲۰۴ وفروی ۲۰۰۴ء ص ۴۹)

جب آپ نے اصلاح کر لی تو بات ختم تھی اس کے بعد ہم نے تو اس بارہ میں کچھ نہیں کہا مگر آپ نے خوامخواہ اس بات کو چھیڑا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ والا معاملہ ہے، محترم آپ نے صرف صاحب توضیح نہیں کہا تھا بلکہ ساتھ التوضیح کا حوالہ دیا تھا اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے عرف کا خیال کرتے ہوئے ایسا کہا تو یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ عرف میں اس کا نام صرف التوضیح نہیں بلکہ آپ کا خود اعتراف ہے کہ اس کتاب کا نام التوضیح والتلویح ہی مشہور ہے اس لئے آپ کی عبارت عرف کے لحاظ سے بھی درست نہیں ہے کیونکہ آپ نے صرف التوضیح کہا ہے۔

ہماری وضاحت اور محترم مفتی قادری صاحب کا اعتراف

ہم نے لکھا تھا کہ التنقیح اور التوضیح کی عبارت میں تعارض ہے، التنقیح کی عبارت میں ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہ کو جانتے ہیں اور التوضیح کی عبارت میں ہے وَلَمْ يُظْهِرْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ عَلَيْهِ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو متشابہات پر مطلع

نہیں فرمایا اور جب ایک ہی آدمی کی عبارت کا بظاہر تعارض ہو تو اس کی بعد والی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے اور التنقیح متن ہے جبکہ التوضیح اس کی شرح ہے اور شرح لازماً متن کے بعد ہوتی ہے اس لئے التوضیح کی عبارت کا اعتبار کیا جائے گا، اس پر محترم مفتی قادری صاحب نے بزعم خود آٹھ اعتراضات کئے جو درحقیقت تین اعتراضات ہی ہیں۔

پہلا اعتراض

کہ ماتن نے پوری کتاب کی شرح لکھی اگر شرح لکھتے وقت اس کی رائے وہ بن چکی تھی جو آپ بیان کر رہے ہیں تو پھر افعال النبی ﷺ میں جا کر وہ کیوں خاموش گزر گئے؟ وہاں ان کا فرض نہیں تھا کہ وہ تصریح کرتے کہ میں نے متن میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے ہیں یہ غلط ہے، اب میری رائے یہ ہے کہ آپ کو بھی ان کا علم نہیں دیا گیا جیسا کہ میں نے ابتدا کتاب میں تصریح کر دی ہے۔

جواب

مفتی قادری صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی صراحت کرے تو تب ہی اس کی رائے کی تبدیلی سمجھی جا سکتی ہے ورنہ نہیں حالانکہ یہ تو بالکل غلط ہے، احادیث میں ناسخ و منسوخ فقہاء کرام میں سے ایک ہی فقیہ کے ایک ہی مسئلہ کے بارہ میں متعدد اقوال پائے جانے یا ایک ہی مصنف کے کسی مسئلہ میں عبارات متعارض پائی جانے کی صورت میں آخری کو قابل اعتماد اور پہلی کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ کسی قسم کی کوئی صراحت وہاں نہیں ہوتی کہ پہلی بات منسوخ ہے، اس لیے محترم مفتی قادری صاحب کو یہ عبارت لکھنے اور ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے اس بارہ میں سلف کے طریق کار کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا اور پھر مفتی قادری صاحب کا یہ فرمانا کہ ماتن کی اگر شرح لکھتے وقت رائے بدل گئی تھی تو پھر افعال النبی ﷺ میں جا کر وہ کیوں خاموش گزر گئے؟

ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بھی مفتی قادری صاحب کے شارح کی عبارت پر توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے اس لئے کہ آگے شارح نے حضور علیہ السلام کا صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنا اور اجتہاد کرنا اور پھر کسی وقت اجتہاد میں خطا کا ذکر بھی کیا ہے۔ اگر صاحب توضیح کے ہاں یَعْلَمُ الْمُتَشَابِہَ کا یہ مطلب ہوتا جو آپ لینا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو بشمولیت مراد مشابہ ہر ہر چیز کا علم تھا تو پھر آپ ﷺ کا حضرات صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنا اور پھر آپ کے اجتہاد کا کیا مطلب؟ اور پھر رائے میں خطاء کا کیا مطلب؟ اور یہ سب امور توضیح کی اگلی عبارت میں مذکور ہیں اس کے باوجود مفتی قادری صاحب کا یہ کہنا کہ شارح خاموشی سے گزر گئے انتہائی تعجب کا باعث ہے۔

دوسرا اعتراض

مفتی قادری صاحب فرماتے ہیں کہ عبارات میں آپ تعارض فرمارہے ہیں، مصنف کو کیوں یہ تعارض دکھائی نہ دیا؟ کسی شارح نے اس کی نشاندھی کیوں نہ کی؟

جواب

یہ اعتراض بھی بالکل بے وزن ہے اس لئے کہ جب دونوں عبارتوں کا تعارض بالکل واضح ہے تو اس کا انکار نہیں ہوسکتا، اہل علم واضح باتوں کے درپے نہیں ہوتے کہ مطالبہ کیا جائے کہ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اور نہ ہی مصنف کی جانب سے اس بارہ میں نشاندھی ضروری ہے۔

مفتی قادری صاحب کو کتب کا مطالعہ کے دوران یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ سالہا سال بعد شارحین بعض کتابوں کی شرح لکھتے ہیں اور عبارات کی وضاحت اور ان میں تعارض واشکالات کا اظہار کرتے ہیں مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس سے پہلے لوگوں نے ایسا کیوں نہیں کیا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہنے والے کی بات درست ہے یا کہ نہیں، درست ہو تو بات کو قبول کیا جاتا ہے، جب التنقیح اور التوضیح کی عبارات میں واضح تعارض ہے جس کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا تو اس کو قبول ہی کرنا چاہیئے۔

تیسرا اعتراض

کہ اصول الشاشی کے حواشی سمیت بہت ہی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے تھے تو اس کا جواب ہم گزشتہ قسط میں دے چکے ہیں کہ ان حضرات نے امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کی پیروی میں ایسا لکھا ہے ورنہ متقدمین احناف کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

پھر مفتی قادری صاحب نے کئی صفحات پر حضور علیہ السلام کے اجتہاد سے متعلق لکھا کہ حضور علیہ السلام کے اجتہاد اور باقی اہل علم کے اجتہاد میں فرق ہے۔

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کا کون منکر ہے؟ اس سے بھی ہمارے ہی موقف کی تائید اور مفتی قادری صاحب کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے اس لئے کہ اجتہادی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ نصوص کے نزول کے ساتھ ان کے تمام معانی کلیات و جزئیات سمیت حاصل نہیں ہوتے اسی لئے تو آپ ﷺ کو اجتہاد کی ضرورت ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے اجتہاد کیا اور صاحب توضیح سمیت کئی فقہاء کرام نے لکھا کہ کئی مقامات میں آپ ﷺ سے بھی اجتہاد میں خطا ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو آگاہ کیا گیا، اگر نصوص کے نزول کے ساتھ تمام معانی معلوم ہوجاتے تو اجتہاد کا کیا مطلب؟

مفتی قادری صاحب نے اس کے ضمن میں جو حوالے دیئے ہیں وہ سب ان کے اپنے ہی نظریہ کی تردید پر شواہد ہیں۔

محترم مفتی محمد خان قادری صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کیلئے متشابہات کا علم ثابت کرنے کیلئے اپنی تحریری بحث کی چار قسطوں میں جو دلائل دیئے تھے بفضلہ تعالیٰ ہم نے دو قسطوں میں ان کے جوابات دینے کے ساتھ ان کے دعویٰ پر کچھ اعتراضات اور معارضات بھی پیش کئے اور ان سے وضاحت طلب کی تھی کہ پہلے یہ تو واضح کریں کہ آپ حضرات حضور نبی کریم ﷺ کیلئے جو متشابہات کا علم مانتے ہیں وہ

علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حاصل ہوا تھا یا کہ آپ نے اجتہاد کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا تا کہ اس وضاحت کے بعد آگے بحث آسان ہو جائے، ہماری بحث کے کچھ حصہ کا خلاصہ محترم قادری صاحب اپنی پانچویں قسط کے آغاز میں یوں پیش کرتے ہیں کہ محترم مولانا قارن صاحب کے جواب کا تجزیہ بندہ نے چار اقساط میں کیا اس پر ان کی طرف سے جواباً جو کچھ لکھا گیا اس نشست میں ہم اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں، ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) متقدمین احناف حضور ﷺ کیلئے متشابہات کا علم نہیں مانتے۔

(۲) سیدنا صدیق اکبرؓ کے قول گرامی لکل کتاب سر کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی متشابہات سے آگاہ نہیں۔

(۳) ممکن ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی حروف مقطعات کو متشابہات ہی سے نہ مانتے ہوں۔

(۴) علماء دیوبند سے ذھول ہو گیا ہے۔

(۵) علماء احناف کے متفقہ نظریہ پر کوئی حوالہ نہیں آیا۔

(۶) یہ واضح نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو متشابہات کا علم بذریعہ وحی ہے یا بذریعہ اجتہاد۔ آیئے ہماری گزارشات ملاحظہ کیجئے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز ص ۴۸ ماہ ستمبر ۲۰۰۴ء)

اس کے بعد محترم قادری صاحب نے ہماری اس بات کہ متقدمین احناف حضور ﷺ کیلئے متشابہات کا علم نہیں مانتے پر تبصرہ کرتے ہوئے پانچویں قسط میں اقوال صحابہؓ کا عنوان قائم کر کے لکھا کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ جمہور احناف ہی نہیں بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور کوئی حنفی عالم اس کا منکر نہیں نہیں، نہ متقدم اور نہ متاخر۔ (ص ۴۸)

یہی دعویٰ محترم مفتی قادری صاحب پہلے بھی کر چکے ہیں جس کے جواب

نیز ہم نے لکھا تھا کہ احناف وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کو لازم مانتے ہیں جس کا یہ معنی ہے کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا، متقدمین میں سے کسی نے کوئی استثناء نہیں کی البتہ بعد میں شمس الائمہ امام سرخسی اور فخر الاسلام امام بزدوی نے حضور علیہ السلام کی استثناء کی ہے اور بعد والے بہت سے حضرات نے ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے ایسا نظریہ اختیار کر لیا اور اس کیلئے ہم نے شارح امیر بادشاہ حنفی کی کتاب تیسیر التحریر ج ا ص ۱۶۳، علامہ ابن عابدین حنفی کی کتاب نسمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانوار ص ۶۸ اور ملا نظام الدین الکیرانوی الحنفی کی نظامی علی الحسامی ص ۱۰ کے حوالے دیئے تھے اور مزید لکھا تھا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ متشابہ کی مراد کو نہیں پایا جا سکتا اور اس میں رسول ﷺ اور باقی لوگ برابر ہیں۔ (حاشیہ تفسیر مظہری ج ا ص ۱۴)

ان دلائل کے باوجود محترم مفتی قادری صاحب کا پھر یہ دعویٰ کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اور یہ دعویٰ کہ کوئی حنفی عالم اس کا منکر نہیں تو یہ کوے کو سفید ماننے کے دعویٰ سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔

اقوال صحابہؓ اور ان کا مفہوم

ہم نے اس سے پہلے تحریر میں لکھا تھا کہ حروف مقطعات کے متعلق سلف نے تین قسم کے کلمات استعمال فرمائے ہیں، اول یہ کہ یہ حروف سِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ کا راز ہیں۔ دوم یہ کہ یہ حروف کتاب یعنی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا راز ہیں۔ اور سوم یہ کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا راز ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا راز ہیں ان جملوں کا مفہوم تو ایک ہی ہے یعنی یہ حروف اللہ تعالیٰ کا راز ہیں جس پر اس نے کسی کو آگاہی نہیں فرمائی جبکہ تیسرے جملہ سِرٌّ بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا مفہوم پہلے جملوں سے مختلف

اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ارشاد ہے فِیْ كُلِّ كِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ اَوَائِلَ السُّوَرِ. ہر کتاب میں راز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مخفی راز قرآن کریم میں سورتوں کے اوائل یعنی حروف مقطعات ہیں، جب حضرت صدیق اکبرؓ کے الفاظ یہ ہیں تو ان کے مفہوم کو سِرٌّ بَیْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں کے مفہوم میں نہیں لیا جاسکتا، اس لئے کہ دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔

ہماری اس بحث پر محترم قادری صاحب اقوال صحابہؓ اور ان کا مفہوم کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے فِیْ كُلِّ كِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَوَائِلَ السُّوَرِ. (معالم التنزیل ج ا ص ۴۴) کہ ہر کتاب میں راز کی بات ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا راز قرآن میں اوائل سور (مقطعات) ہیں اور پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے بھی اس بارہ میں اس قسم کے ارشادات نقل کئے اور پھر امام بیضاویؒ سے اس کا مفہوم نقل کیا اور پھر امام بیضاویؒ کی عبارت کی تشریح امام شیخ زادہ حنفیؒ سے نقل کی اور یہ ظاہر کیا کہ شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ کی تائید کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ امام شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ کے انداز تاویل پر گرفت کی ہے، امام بیضاویؒ تو شافعی المسلک ہیں اور متشابہات کے بارہ میں احناف اور شوافع کا بنیادی اختلاف ہے، حضرات صحابہ کرامؓ کے جو اقوال امام بیضاویؒ نے نقل کئے ہیں جن کا حوالہ محترم قادری صاحب نے بھی دیا ہے یہ اقوال چونکہ شوافع حضرات کے نظریہ کے خلاف تھے اس لئے امام بیضاویؒ نے ان کی تاویل کر کے اپنے ہم مسلک لوگوں کو اعتراض سے بچانا چاہا اور کہا کہ شاید ان حضرات کی مراد یہ ہو مگر امام شیخ زادہ حنفیؒ امام بیضاویؒ کے اس انداز پر یوں گرفت کرتے ہیں اَوَّلَ الْمُصَنِّفُ مَارُوِیَ عَنِ الْخُلَفَاءِ وَغَیْرِهِمْ وَصَرَفَهٗ عَنْ ظَاهِرِهٖ حَیْثُ قَالَ وَلَعَلَّهُمْ اَرَادُوْا. (شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ص ۰ ۷ مطبوعہ استنبول) کہ مصنف نے خلفاءؓ اور دیگر حضرات سے جو روایت کی گئی ہے اس کی تاویل

کی ہے اور اس کو اپنے ظاہر سے پھیر دیا اور کہا وَلَعَلَّهُمْ اَرَادُوْا کس قدر واضح الفاظ سے امام شیخ زادہ حنفیؒ نے امام بیضاویؒ پر گرفت کی ہے مگر محترم قادری صاحب نے اس کو درخوار اعتناء ہی نہیں سمجھا یا کسی مصلحت کی خاطر اس کو چھپانا ہی مناسب سمجھا، واللہ اعلم۔

امام شیخ زادہ حنفیؒ نے فرمایا کہ امام بیضاویؒ خلفاء راشدینؓ کے اقوال کی تاویل بھی ان کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر کر رہے ہیں، امام شیخ زادہ حنفیؒ کی عبارت واضح کر رہی ہے کہ خلفاءؓ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کے جو اقوال امام بیضاویؒ نے نقل کیئے ہیں ان کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ ان حروف کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور امام بیضاویؒ ان اقوال کے ظاہری مفہوم سے پھیر کر ان کی تاویل کر رہے ہیں۔ اور پھر محترم مفتی قادری صاحب نے شیخ زادہؒ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں انہوں نے اپنا نظریہ نہیں بلکہ شارح کی حیثیت سے امام بیضاویؒ کی عبارت کی عبارت کی تشریح کی ہے۔

محترم قادری صاحب پر تعجب ہے کہ امام شیخ زادہ حنفیؒ کی جو بات اس بارہ میں نقل کرنے کے قابل تھی اس کو نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا، اس میں ان کو غلط فہمی ہوئی ہے یا انہوں نے جان بوجھ کر مطلب برآری کیلئے ایسا انداز اختیار کیا ہے یہ اللہ جانتا ہے یا وہ خود جانتے ہیں۔

غلط فہمی

محترم مفتی قادری صاحب نے اس سے پہلی قسطوں میں بھی اور اس پانچویں قسط میں بھی لکھا قَالَ السَّجَاوَنْدِیُّ الْمَرْوِیُّ عَنِ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ امام سجاوندیؒ فرماتے ہیں کہ صدر اول سے منقول ہے (سوئے حجاز ص ۵۲ ماہ ستمبر ۲۰۰۴ء) اور پھر آگے ایک مقام پر لکھتے ہیں جب یہ ثابت ہے کہ صدر اول سے خلفاء راشدینؓ اور تمام اہلسنت کا موقف یہی ہے (رسالہ مذکورہ ص ۵۸) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محترم قادری صاحب صدر اول سے زمانہ اول مراد لے رہے ہیں، جب اس سے پہلی

کسی قسط میں محترم قادری صاحب نے یہی حوالہ نقل کیا تو ہم نے بھی صدر اول کے الفاظ پر غور کئے بغیر لکھا کہ جب احناف کا مختار نظریہ، یہ ہے تو اس کے خلاف نظریہ کو صدر اول سے کیسے قرار دیا جا سکتا ہے (ماہنامہ نصرت العلوم اپریل ۲۰۰۴ء) یعنی ہم نے بھی غور کئے بغیر صدر اول سے زمانہ اول ہی سمجھ لیا مگر بعد میں ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں بلکہ صدر اول سے صدر الشریعة الاول مراد ہیں، اس لئے کہ صدر الشریعة دو ہیں، ایک اکبر اور اول کہلاتے ہیں اور دوسرے اصغر اور ثانی کہلاتے ہیں۔ امام سجاوندیؒ نے صدر الشریعة الاول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایسا صدر اول سے منقول ہے۔

یقیناً اس بارہ میں غور کرنے کے بعد محترم قادری صاحب بھی اس بارہ میں ہماری تائید کریں گے، جب صدر اول سے زمانہ اول مراد نہیں تو امام سجاوندیؒ کے حوالہ کو صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا کہ ان صحابہ وغیرہم کے اقوال کا مطلب یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں اور ان اقوال کا یہی مفہوم امام بیضاویؒ نے بیان کیا ہے بلکہ ان اقوال کا مفہوم جیسا کہ امام شیخ زادہ حنفیؒ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اقوال ظاہری مفہوم کے لحاظ سے اس مفہوم کے مخالف ہیں جو مفہوم امام بیضاویؒ کر کے بیان کر رہے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ...... ہم نے لکھا تھا کہ قاضی صاحبؒ نے اپنا نظریہ تو یہی بتایا ہے کہ مقطعات کا مفہوم حضور نبی کریم ﷺ جانتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے مگر احناف کا مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ بھی متشابہات کا علم نہیں رکھتے اور اس کیلئے ہم نے حاشیہ تفسیر مظہری ج ا ص ۱۴ کا حوالہ دیا تھا۔

محترم قادری صاحب نے قاضی صاحبؒ کی ایک عبارت پیش کی جس میں انہوں نے اپنے نظریہ کے مخالف قول کا رد کیا ہے اور پھر محترم قادری صاحب لکھتے

ہیں، نوٹ: انہوں نے جب مخالف قول کا رد کر دیا اور کہا کہ یہ قابل اعتنا ہی نہیں تو پھر حاشیہ میں اسے اکثریت کا قول قرار دینا کیا معنے رکھتا ہے اس پر غور ضروری ہے۔

(رسالہ مذکورہ ص ۵۳)

ہم محترم قادری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اس بارہ میں پریشان ہونے یا تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بات وہی ہے جو ہم نے پہلے کہہ دی ہے کہ قاضی پانی پتی صاحب کے ہاں اپنی تحقیق کے مطابق اکثر احناف کا مختار مذہب یہی ہے کہ متشابہات کا علم نہ ہونے میں حضور علیہ السلام اور باقی لوگ برابر ہیں مگر ان کا اپنا نظریہ اس سے مختلف ہے اور اپنے نظریہ کے مخالف قول کا رد ان کا تحقیقی حق بنتا ہے اور دیانتداری کا حق ادا کرتے ہوئے انہوں نے احناف کا مختار مذہب بھی الگ بیان کر دیا اس لئے پریشان ہونے یا گہرے غور میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ آلوسیؒ...... مفتی قادری صاحب نے علامہ آلوسیؒ کی ایک عبارت نقل کی ہے مگر اس کا محترم قادری صاحب کو کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ علامہ آلوسیؒ نے تو شوافع حضرات کی طرح حضور علیہ السلام کے علاوہ اوروں کیلئے بھی اس کا علم مانا ہے جیسا کہ ان کی عبارت کا ترجمہ خود مفتی قادری صاحب نے لکھتے ہوئے لکھا۔ تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد ماسوائے اولیاء کاملین کے کوئی نہیں جان سکتا (رسالہ مذکورہ ص ۵۴) حالانکہ اب تک کی بحث میں مفتی قادری صاحب کا جو نظریہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہے، اگر محترم قادری صاحب حضور علیہ السلام کے ساتھ اوروں کو بھی متشابہات کے جاننے میں شریک مانتے ہیں تو پھر کم از کم پہلے اپنا دعویٰ کی وضاحت تو فرمادیں۔

ملا جیونؒ...... مولانا عبدالحلیم لکھنویؒ اور سید امیر علیؒ...... محترم قادری صاحب نے ان حضرات کی عبارتیں نقل کی ہیں کہ متشابہات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں تو اس بارہ میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ متاخرین احناف نے

امام سرخسیؒ اور امام بزدویؒ کی پیروی کرتے ہوئے ایسا نظریہ اختیار کیا ہے، اس سے متقدمین احناف یا ان کے مطابق مختار نظریہ اختیار کرنے والوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ.......... محترم قادری صاحب نے حضرت مجدد صاحبؒ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے کہ حروف مقطعات عاشق و معشوق اور محب و محبوب کے درمیان مخفی اسرار ہیں مگر اس سے بھی مفتی صاحب کو کچھ حاصل نہیں ہوتا اسلئے کہ اس سے چند سطریں پہلے حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ (مکتوب نمبر ۲۷۶) یہ نظریہ تو شوافع حضرات کا ہے جس کی تردید احناف فقہاء نے کی ہے، جب اس نظریہ کی تردید فقہاء احناف نے کی ہے تو مفتی صاحب اس کو اپنے حق میں کیسے دلیل بنا سکتے ہیں؟؟؟

بعض علماء دیوبند کے حوالے.......... ہم نے لکھا تھا کہ اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی کا ترجمہ کرنے والے حضرات سے ذھول ہو گیا ہے اس لئے وہ بعض عبارات کا مفہوم احسن انداز میں بیان نہیں کر سکے، اس سے ہماری مراد وہ دو تین شخصیات ہی تھیں جنہوں نے اصول الشاشی وغیرہ کے تراجم کئے ہیں مگر مفتی قادری صاحب ہماری اس کلام کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ علماء دیوبند سے بھی ذھول ہو گیا ہے حالانکہ یہ تعبیر بالکل درست نہیں، اس لئے کہ ہم نے علی الاطلاق نہیں بلکہ دو تین شخصیات کے بارہ میں ایسا کہا ہے۔ متشابہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اس کو جاننے کی کوئی صورت نہ ہو اور یہ تعریف ہم نے باحوالہ پہلے نقل کی، تو اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کو مقطعات کا علم ہے تو ہو سکتا ہے بلکہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہ ہوں بلکہ آپ ﷺ کے علاوہ باقی لوگوں

کے حق میں متشابہات ہوں جیسا کہ ایک عبارت میں ہے جَازَ اَنْ یَکُوْنَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَخْصُوْصًا بِالتَّعْلِیْمِ بِدُوْنِ اِذْنِ الْبَیَانِ لِغَیْرِہٖ فَیَبْقٰی غَیْرَ مَعْلُوْمٍ لِغَیْرِہٖ (حاشیہ نور الانوار ص ۹۳) ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو خصوصی طور پر اس کی تعلیم دی گئی ہو اور کسی اور پر اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ ہو تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اوروں کیلئے غیر معلوم ہی باقی رہے گا۔

اسی طرح بعض اور عبارتیں بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقطعات ان حضرات کے نزدیک حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں ہیں تو اسی نظریہ کو اختیار کرتے ہوئے اگر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ترجمہ قرآن کریم کے حاشیہ میں اور مولانا فخر الحسن صاحبؒ نے التقریر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی میں اور بعض دیگر حضرات نے لکھ دیا ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہیں تو یہ ان کی تحقیق ہے اور اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ ان حضرات کے نزدیک یہ مقطعات حضور علیہ السلام کے حق میں متشابہات میں سے نہیں ہیں ورنہ تو متشابہ کی تعریف ہی باقی نہیں رہتی۔

ابن قتیبہؒ..... محترم قادری صاحب نے امام ابن قتیبہؒ کی عبارت پیش کی ہے جس میں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کو بھی متشابہات کا علم نہیں تھا تو پھر قرآن پر اعتراضات کا دروازہ کھل جائے گا (رسالہ مذکورہ ص ۵۸) اس قسم کے اعتراض کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقطعات کا علم مان بھی لیں تو اعتراضات کا دروازہ تو تب بھی کھل جاتا ہے اور کئی قسم کے اعتراضات ہوسکتے ہیں۔

یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم تو حضور علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہدایت اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم واضح ہو، اگر حضور علیہ السلام کے لئے مفہوم واضح اور دوسروں کیلئے غیر واضح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کا ایک حصہ حضور علیہ السلام کی ذات کے ساتھ مختص

ے حالانکہ ایسا نظریہ تو کسی کا نہیں ہے۔

پھر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
تعالیٰ کا نبی تمہیں الکتاب یعنی پوری کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اگر حروف مقطعات کا
آپ کو تھا اور اس کے باوجود آپ نے امت کو تعلیم نہیں دی تو یہ فرمان خداوندی نعوذ
مد صادق نہیں رہتا۔

اور یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذمہ داری لگائی
بَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ کہ جو لوگوں کی طرف اتارا گیا آپ اس کی وضاحت
وں کے سامنے کریں اور لوگوں کی طرف سارا قرآن اتارا گیا ہے، اگر متشابہات کا
آپ ﷺ کو تھا تو اس کی وضاحت بھی آپ کے ذمہ تھی مگر آپ ﷺ نے تو
ت کو اس کی کوئی تعلیم نہیں دی، اس قسم کے اور بھی اعتراضات ہو سکتے ہیں اس لئے
نتی قادری صاحب کو اعتراضات کا دروازہ کھلنے کا بہانہ بنا کر متقدمین احناف کے
ظریہ سے اعراض نہیں کرنا چاہیے۔

جن لوگوں کا نظریہ، یہ ہے کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ان کے
ں تو مسئلہ بالکل صاف ہے کہ قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت اور مفہوم دونوں کے
ظ سے وضاحت آپ ﷺ کے ذمہ لگائی گئی، آپ ﷺ نے اس کے مطابق اپنی
مہ داری باحسن طریق نبھائی اور جن آیات یا کلمات کی صرف تلاوت کے لحاظ سے ذمہ
اری لگائی گئی اور مفہوم کا علم نہ آپ کو دیا گیا اور نہ آپ امت کو مفہوم پہنچانے کے ذمہ دار
تھے تو آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو بھی مکمل طور پر ادا کیا، اس لئے حضور علیہ السلام کی
شان اور نبوت کی ذمہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے متقدمین احناف کا نظریہ ہی راجح ہے۔

احناف کا اعلان تسلیم

جناب مفتی قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے قرآن کے محکمات اور متشابہات کا حضور ﷺ پر واضح کرنا ضروری اور لازم ہے (ص ۶۱) مگر ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ خود حضرت قاضی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ اکثر احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ متشابہات کو نہ جاننے میں حضور علیہ السلام اور باقی لوگ برابر ہیں۔

خطاب بے فائدہ

مفتی قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا جائے کہ آپ متشابہات قرآنی کا علم نہیں رکھتے تو خطاب کا بے فائدہ ہونا لازم آئے گا۔ (ص ۶۲)

محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب قیامت تک آنے والے لوگ ہیں اور یہ ان کیلئے ہدایت ہے تو اگر آپ والے اعتراض کو تسلیم کر لیا جائے تو یہی اعتراض عام لوگوں کے حق میں بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ قرآن کریم کے مخاطب ہیں تو ان کو متشابہات کا علم کیوں نہیں دیا گیا، اس سے تو خطاب بے فائدہ ہونا لازم آتا ہے، اس کا حل اس جواب کی روشنی میں حاصل کر لینا چاہیے جو منسوخ الحکم آیات پر اعتراض وارد ہوا اور حضرات فقہاء کرامؒ نے اس کا جواب دیا، اعتراض یہ ہوا کہ جب آیات کا حکم منسوخ ہے تو پھر اس کی تلاوت کو کیوں باقی رکھا گیا یہ تو بے فائدہ ہے، اس کا جواب دیا گیا جیسا کہ امام سرخسیؒ نے بھی جواب دیا ہے کہ قرآنی آیات کی تلاوت کے ساتھ دو حکم مقصودی ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس کو پڑھ کر نماز کا جواز ہوتا ہے یعنی نماز میں ان کے پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے اور دوسرا حکم یہ ہوتا ہے کہ یہ نظم معجز ہے یعنی اس جیسا مخلوق میں سے کوئی نہیں لا سکتا اور حکم منسوخ ہو جانے کے بعد بھی یہ دونوں مقصودی حکم باقی رہتے ہیں، پھر آگے امام سرخسیؒ نے منسوخ الحکم آیات کی تلاوت باقی رکھنے کی مثال ہی متشابہات سے دی ہے اور فرمایا اَلَاتَرٰی اَنَّ الْمُتَشَابِهَ فِي الْقُرْاٰنِ اِنَّمَا يُثْبِتُ هٰذَانِ الْحُكْمَانِ فَقَطْ (اصول

السرخسی ج ۲ص ۸۰) کیا آپ دیکھتے نہیں کہ قرآن کریم میں جو متشابہ ہیں وہ صرف ان ہی دو حکموں کو ثابت کرتے ہیں۔ جب متشابہ سے اور منسوخ الحکم آیات کی تلاوت باقی رکھنے سے مقصود جواز صلوٰۃ اور اعجاز نظم ثابت کرنا ہے تو متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سونپ دینے کی صورت میں بھی یہ دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں اس لئے متقدمین احناف ؒ کا نظریہ ہی بہتر ہے تاکہ اعتراضات کے دروازے نہ کھلیں، جب متشابہ کے نزول کا مقصد جو امام سرخسی ؒ نے بیان کیا ہے وہ متقدمین احناف ؒ کے نظریہ کے مطابق بھی حاصل ہو جاتا ہے تو محترم قادری صاحب کو خطاب بے فائدہ کا کرم خوردہ سہارا لیکر متقدمین احناف ؒ کے خلاف امام ابن قتیبہ ؒ کی عبارت کو دلیل میں پیش کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ (بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے مفتی قادری صاحب کی پانچویں قسط کا جواب مکمل کر دیا ہے، آگے جب وہ کچھ اور لکھیں گے تو اس پر بحث کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں)۔

ہم نے مفتی محمد خان قادری صاحب سے علم نبوی ﷺ اور متشابہات کے موضوع پر تحریری بحث کے آغاز میں ہی ان سے مطالبہ کیا تھا کہ قاعدہ کے مطابق اس بارہ میں اپنا نظریہ تو واضح کریں کہ متشابہات کا علم آپ ﷺ کو ہی حاصل تھا یا کسی اور کو بھی وہ حاصل ہو سکتا ہے اور پھر یہ کہ اس علم کے حصول کا ذریعہ کیا تھا۔

(ماہنامہ نصرت العلوم ص ۴۷ ملخصاً مارچ ۲۰۰۴ء)

ہمارے اس اصولی مطالبہ کو ماننے کی بجائے اور اپنے نظریہ کی وضاحت کی ذمہ داری پوری کرنے کی بجائے محترم قادری صاحب اپنے رسالہ ماہنامہ سوئے حجاز ص ۴۳ نومبر ۲۰۰۴ء میں اپنی ساتویں قسط میں یوں لکھتے ہیں "ایک معاملہ آپ نے یہ بھی اٹھایا ہے کہ ابھی تک واضح نہیں ہوا کہ اگر آپ ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں تو یہ علم بذریعہ وحی ہے یا بذریعہ اجتہاد؟ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ ہم نے سوئے حجاز فروری میں قسط نمبر ۲ کے تحت اس حقیقت کو خوب واضح کر دیا تھا کہ ان کا علم آپ ﷺ

کو بذریعہ وحی ہے الخ''

محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ آپ نے صراحتا تو درکنار اشارتا بھی اس کا ذکر نہیں کیا کہ ہمارا یہ نظریہ ہے اور اس نظریہ کے ثبوت کیلئے ہم بحث کر رہے ہیں البتہ بعض علماء بالخصوص اصول الشاشی اور نور الانوار وغیرہ کا ترجمہ اور حاشیہ لکھنے والے حضرات کی عبارت میں اس کا ذکر ہوا ہے کہ آپ ﷺ کو اس کا علم بذریعہ وحی تھا۔ محترم قادری صاحب کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہوگا کہ دعوی اور نظریہ کسی عبارت کے ضمن میں متعین نہیں ہوتا بلکہ دعویٰ اور نظریہ کی وضاحت اور صراحت ضروری ہوتی ہے بالخصوص جبکہ عبارات بھی متضاد نظریات کو ثابت کر رہی ہوں اور ہوں بھی ان لوگوں کی جو عقائد میں نظریہ اور دعویٰ کرنے والے کے مخالف طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، اس لئے محترم قادری صاحب کا یہ کہنا کہ ہم نے سوئے حجاز فروری ۲۰۰۴ء میں واضح کر دیا تھا یہ بالکل بے جا اور لایعنی بات ہے۔ ہم نے مارچ ۲۰۰۴ء کے مضمون میں بادلائل واضح کیا تھا کہ متشابہات سے متعلق علم نبوی ﷺ کے بارہ میں علماء احناف کے تین نظریات ہیں، ایک یہ کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، دوسرا یہ کہ حضور علیہ السلام بھی متشابہات کو جانتے ہیں اور تیسرا یہ کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ امت کے کچھ افراد بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ محترم قادری صاحب سے ہم نے پہلے بھی گذارش کی تھی اور اب بھی گذارش کرتے ہیں کہ آپ کا ان نظریات میں سے جو نظریہ ہے اس کی صراحت اور وضاحت کریں تا کہ اس کے مطابق آپ کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیکر بحث کو سمیٹا جا سکے، اب تک کی آپ کی جانب سے پیش کردہ عبارات میں نظریات کا تضاد پایا جاتا ہے جس کی تفصیل ہم آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں، آپ نے بعض عبارات پیش کیں کہ متشابہات کا علم صرف حضور علیہ السلام کو ہے اور بعض عبارات پیش کیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ امت کے افراد کو بھی ان کا علم ہے مثلاً آپ نے لکھا۔

(۱) امت کی اکثریت خصوصاً علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ ان کا علم امت کے اہل علم کو دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا البتہ آخرت میں آگاہی ہو جائے گی۔
(رسالہ جنوری ۲۰۰۴ء ص ۲۷)

(۲) جس کا ادراک امت کو حاصل نہیں ہو سکتا ہاں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانتے ہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۳۳)

(۳) آپ متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔
(رسالہ مذکورہ ص ۳۶)

(۴) ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے علم سے نوازا ہے نہ کہ دوسروں کو، اس قول کو کثیر اسلاف اور محققین نے اختیار و پسند کیا ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۸)

(۵) آپ ﷺ تو متشابہات کا بھی علم رکھتے ہیں جن کے معنے پر کوئی امت مسلمہ آگاہ نہیں ہو سکتا۔ (رسالہ ماہ فروری ۲۰۰۴ء ص ۵۱)

(۶) اس کے بعد تینوں اقسام ذکر کیں اور واضح کیا کہ مختار موقف یہی ہے کہ اوائل سور (حروف مقطعات) کا علم حضور سرور عالم ﷺ کیلئے مخصوص ہے۔
(رسالہ ماہ مارچ ۲۰۰۴ء ص ۲۵)

(۷) پہلے بڑی تفصیل کے ساتھ آچکا کہ اِلَّا اللّٰہ پر وقف ہی ہمارا مختار واضح ہے لیکن تمام امت نے واضح کر دیا کہ یہاں امت کے علم کی نفی ہے نہ کہ رسول ﷺ کے علم کی نفی۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۱)

(۸) لہٰذا ہمیں خوب شرح صدر کے ساتھ یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ متشابہات کا علم امت پر نہیں حبیب خدا ﷺ پر آشکارا ہے۔
(رسالہ ص ۶۳ ماہ اپریل ۲۰۰۴ء)

(۹) ہمارا اختلاف صرف امت کے حوالہ سے ہے یعنی راسخین متشابہات کا علم نہیں رکھتے۔ (رسالہ ص ۶۲ ماہ ستمبر ۲۰۰۴ء)

ان عبارات میں واضح کیا کہ امت کا کوئی فرد متشابہات کو نہیں جان سکتا مگر اس کے برخلاف بھی لکھا مثلاً......

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندے بھی ان کا علم رکھتے ہیں لہذا تعارض ختم۔

(رسالہ جنوری ۲۰۰۴ء ص ۲۶)

(۲) بعض اہل علم کی تحقیق کے مطابق جمہور بلکہ امت کا صحیح یہی موقف ہے کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر اہل علم کو بھی حاصل ہے۔

(رسالہ مذکورہ ص ۲۸)

(۳) جب وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کے باوجود رسول ﷺ کا جاننا جائز ہے تو پھر دیگر ربانیین کا جاننا بھی جائز ہوگا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۴)

(۴) علم تاویل فقط ان راسخین کا حصہ ہے جو فتنہ برپا نہیں کرتے بلکہ تمام پر ایمان رکھتے ہیں۔ (رسالہ ماہ اکتوبر ۲۰۰۴ء ص ۵۰) اس کو محترم قادری صاحب نے نہایت ہی خوبصورت کا عنوان دیا ہے۔

(۵) اکثر متاخرین، تمام معتزلہ اور آئمہ تفسیر کا مذہب یہی ہے کہ راسخین متشابہات کی تاویل جانتے ہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۵)

(۶) قرآن کا نزول بندوں کے فائدہ کیلئے ہے اگر اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہ جانے تو طعن کرنے والوں کو موقع مل جائے گا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۵)

ان عبارات میں امت کے افراد کیلئے بھی متشابہات کا علم مانا گیا ہے، جب محترم قادری صاحب کی یہ عبارات دو مختلف نظریات کو ثابت کر رہی ہیں ہیں تو ان عبارت سے بھلا ان کے نظریہ کا تعین کیسے ہو سکتا ہے، اس لئے ہم حق بجانب ہیں کہ قادری صاحب سے گزارش کریں کہ فضول بحث کو طول دینے کی بجائے اپنے نظریہ کی

وضاحت اور صراحت فرمائیں تا کہ اس کے دائرہ میں ہی بحث کو رکھا جائے۔ اصولا ہمیں محترم قادری صاحب کے نظریہ کی صراحتا وضاحت تک آگے بحث کو روک دینا چاہیے تھا مگر یہ خیال کر کے ہم نے بحث کو جاری رکھا کہ پروپیگنڈہ کا زمانہ ہے اور قادری صاحب کے ہاتھ میں قلم اور اختیار میں رسالہ بھی موجود ہے وہ کہیں یہ پروپیگنڈہ نہ شروع کر دیں کہ قارن نے دلائل سے عاجز ہو کر بحث کو ختم کر دیا ہے اس لئے ہم نے بحث کو جاری رکھا اور بحث کو جاری رکھتے ہوئے ان کی چھٹی اور ساتویں قسط کا جواب دیا جارہا ہے۔

محترم قادری صاحب نے بحر العلوم کی عبارت سے بھی دلیل پکڑی جو عبارت یہ ہے لَعَلَّ الْخِطَابَ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فَاهِمٌ وَالنِّزَاعُ اِنَّمَا هُوَ فِيْمَنْ سِوَاهُ ممکن ہے خطاب ہی رسول اللہ سے ہو اور آپ اسے سمجھتے ہیں ہمارا اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میں ہے۔ (رسالہ اکتوبر ۲۰۰۴ء ص ۴۳)

حیرانگی ہے کہ قادری صاحب لَعَلَّ جیسے کلمہ شکیّہ کے ساتھ کلام کو دلیل بنا رہے ہیں اور یہ صرف توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے ورنہ اس حقیقت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکیں گے کہ دلیل پختہ ہونی چاہیے شکیہ کلام توجیہ تو بن سکتی ہے مگر دلیل نہیں بن سکتی اور بحر العلوم اور امام ازمیری نے متاخرین احناف کے نظریہ کو اختیار کر کے یہ فرمادیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاننے میں ہمارا اختلاف نہیں ہے۔

امام اعظم رح کا موقف

محترم قادری صاجب نے یہی عنوان قائم کر کے نجوم الحواشی کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

فائدہ: متشابہ کے بارے میں امام صاحب کے نزدیک حق یہ ہے کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ بھی جانتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں ورنہ حضور علیہ السلام کیلئے اس کا خطاب کرنا مہمل ہو جائے گا اور علماء راخین فی العلم اس کی مراد کو نہیں جانتے ہیں۔ پھر

اس عبارت پر محترم قادری صاحب یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں کہ امام اعظم سے بھی کوئی متقدم حنفی ہے؟ (رسالہ مذکورہ ص ۴۴)

اگر واقعی یہ عبارت مولانا حسین احمد پردواری کی ہے تو یہ ان کا ذھول ہے وہ عندنا سے امام صاحب کا موقف سمجھے حالانکہ متن کی عبارت میں عندنا سے متاخرین احناف ہی مراد ہیں، اس لئے کہ اگر امام صاحب سے یہ نظریہ ثابت ہوتا تو اس میں احناف کے نظریات مختلف نہ ہوتے، اس لئے کہ صاحب مذہب امام کے کسی فرعی مسلہ کے خلاف اگر مفتی بہ قول نہ ہو تو امام کا قول ہی معتبر سمجھا جاتا ہے جبکہ ہم نے بادلائل لکھا کہ اس بارہ میں احناف کے تین نظریات ہیں اور پھر قادری صاحب کو اس سے بھی انکار نہ ہوگا کہ کسی کی جانب محض نسبت کرنے سے اس کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا، اس کا نظریہ اس کے اقوال کی روشنی میں متعین کیا جاتا ہے کیا امام صاحبؒ سے ایسی کوئی روایت ہے کہ اس کی روشنی میں امام صاحبؒ کا یہ نظریہ سمجھا جائے کہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم حاصل ہے، اگر ایسی واضح اور صریح روایت مل جائے تو پھر تو جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے بلکہ امام صاحبؒ سے تو اس کے خلاف ثابت ہے، حضرات علماء کرام نے متشابہات میں سے قرآن کریم میں مذکور یَدٌ۔ وَجْہٌ اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وغیرہ کو بھی شمار کیا ہے اور ان کے بارہ میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں فَمَاذَکَرَہُ اللہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ ذِکْرِ الْوَجْہِ وَالْیَدِ وَالنَّفْسِ فَھُوَلَہٗ صِفَاتٌ بِلَا کَیْفٍ پس جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وجہ اور ید اور نفس کا ذکر فرمایا ہے پس وہ اس کی صفات ہیں اور بلا کیف ہیں یعنی ان کی کیفیت کو نہیں جانا جا سکتا۔ (الفقہ الاکبر مع ترجمہ البیان الازہر ص ۳۲ مطبوعہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ) جب ان متشابہات کو امام صاحبؒ نے بلا کیف علی الاطلاق فرما کر واضح کر دیا کہ ان کی کیفیت کو کوئی بھی نہیں جانتا تو اس واضح نظریہ کے ہوتے ہوئے محض امام صاحب کی جانب منسوب بات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

عبارات کا مفہوم

محترم قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ آپ نے جو عبارات ذکر کیں اور ان کا مفہوم یہ لیا کہ امام فخر الاسلام اور امام شمس الائمہ نے حضور علیہ ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے ورنہ پہلے احناف اس کے قائل نہیں، درست نہیں بلکہ ان کا مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے متقدمین کی ہی بات کو واضح کیا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۴) محترم قادری صاحب سے گذارش ہے کہ ہم نے ان عبارات کا مفہوم نہیں لیا بلکہ ان عبارات کا مفہوم اس کے بغیر کوئی اور بنتا ہی نہیں جو مفہوم ہم نے واضح کیا ہے اس لئے کہ وہ عبارات اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں جن کو ہم یہاں پھر پیش کر دیتے ہیں تا کہ مصنف مزاج انصاف کر سکے۔

پہلی عبارت امیر بادشاہ حنفی کی تھی (خِلَافًا لِلْحَنَفِيَّةِ) حَيْثُ قَالُوا لَا يُمْكِنُ دَرْكُهُ فِي الدُّنْيَا كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَعَامَّةُ الْمُتَقَدِّمِينَ غَيْرَ أَنَّ فَخْرَ الْإِسْلَامِ وَشَمْسَ الْأَئِمَّةِ اسْتَثْنَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تیسیر التحریر ج ا ص ۱۶۳) یعنی شوافع حضرات کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ متشابہات کا علم حاصل ہو سکتا ہے مگر احناف کا نظریہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کا علم نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کی جانب صحابہ، تابعین اور اکثر متقدمین گئے ہیں لیکن فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے نبی کریم ﷺ کو مستثنیٰ کیا ہے۔

دوسری عبارت علامہ ابن عابدین کی تھی (خِلَافًا لِلْحَنَفِيَّةِ) حَيْثُ قَالُوا لَا يُمْكِنُ دَرْكُهُ فِي الدُّنْيَا أَصْلًا قَالَ فِي التَّحْبِيرِ وَالَّذِي ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْكَشْفِ وَالتَّحْقِيقِ وَغَيْرُهُ أَنَّ مَذْهَبَ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَعَامَّةِ مُتَقَدِّمِي أَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ أَصْحَابِنَا وَأَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَالْقَاضِي أَبِي زَيْدٍ وَفَخْرِ الْإِسْلَامِ وَشَمْسِ الْأَئِمَّةِ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ الْآنَ فَخْرُ الْإِسْلَامِ وَشَمْسُ الْأَئِمَّةِ اسْتَثْنَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ

اَنَّ الْمُتَشَابِهَ وَضَحَ لَهٗ دُوْنَ غَيْرِهٖ (نسمات الاسحار علی شرح افاضة الانوار ص ۶۸) اس عبارت کا ترجمہ بھی پہلی عبارت سے ملتا جلتا ہے۔

تیسری عبارت مولانا نظام الکیرانوی کی تھی جس کا ترجمہ ہم نے پیش کیا تھا کہ فخر الاسلام اور شمس الائمہ نے حضور علیہ السلام کو مستثنیٰ کیا ہے اور باقی حضرات متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی مانتے ہیں۔ (نظامی علی الحسامی ص ۱۰)

چوتھی عبارت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی تھی جن کی عبارات کو محترم قادری صاحب بار بار پیش کرتے ہیں، ان کی عبارت کا بھی ہم نے ترجمہ پیش کیا تھا کہ متشابہ کے بارہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ تاویل اور تامل کے ساتھ اس کی مراد معلوم کی جا سکتی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا، پہلے قول کے مطابق نبی اور غیر نبی برابر ہیں اور دوسرے قول جو حنفیہ کا مختار مذہب ہے اس میں بھی نبی اور غیر نبی برابر ہیں۔ (حاشیہ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۴)

یہ عبارات اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہیں کہ اس کا انکار معمولی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ کوئی عالم اس کا انکار کرے۔

قادری صاحب کی عجیب منطق

محترم قادری صاحب لکھتے ہیں اگر ان دونوں اہل علم نے متقدمین کی مخالفت کرتے ہوئے یہ بات کہی ہوتی تو تمام متاخرین احناف ان کی بات کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیتے کہ ہم متقدمین کی بات و قول کو ہی لیں گے مگر اسے ہر ایک نے قبول کیا (رسالہ مذکورہ ص ۴۵) اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ محترم قادری صاحب کو گہری نظر کے ساتھ فقہ، فتاویٰ اور اصول فتاویٰ کی کتب کے مطالعہ کا موقع میسر نہیں آیا ورنہ وہ ایسا ہرگز نہ کہتے اس لئے کہ بے شمار ایسے مسائل ہیں جن میں متقدمین اور متاخرین کی آراء مختلف ہیں اور متاخرین کی آراء کو متون میں شامل کر لیا گیا مگر شارحین

نقل کیا تا کہ صورت حال واضح ہو جائے بے شک
نے متقدمین کے اقوال کو بھی نقل کیا تا کہ صورت حال واضح ہو جائے بے شک متاخرین علماء احناف کا نظریہ جو متون میں لکھا ہوا ہے وہ یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان متشابہات کا علم رکھتے ہیں جو امت کے حق میں متشابہات ہیں اور نبی کریم ﷺ کے حق میں متشابہات کیسے ہو سکتے ہیں اور جن کو وہ نبی کریمؐ کے حق میں بھی متشابہات میں سے جانتے ہیں ان کا علم وہ حضور علیہ السلام کیلئے بھی نہیں مانتے۔ جیسا کہ صفات کو بلا کیف ماننا اور قیامت کا علم وغیرہ۔ متاخرین کے نظریہ کو بیان کرنے کے ساتھ شارحین نے متقدمین کے نظریہ کو بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ ہماری پیش کردہ عبارات میں واضح ہے اس لئے مفتی قادری صاحب کا یہ کہنا کہ متاخرین احناف کو ان کی بات مسترد کردینی چاہیے تھی یہ یقیناً بے توجہی کا نتیجہ ہے۔

مفتی قادری صاحب کی متضاد کلام

مفتی صاحب لکھتے ہیں اول تو اس موقف سے کسی نے اختلاف ہی نہیں کیا، ہر جگہ اس کی تائید کی اور اگر کسی نے اختلاف ذکر کیا تو وہاں اسی موقف کو حق وصواب قرار دیا، مختار واضح اور حق وصواب میں جو فرق ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۵)

محترم مفتی قادری صاحب اپنی کلام پر غور فرمائیں کہ اگر کسی نے اس موقف سے اختلاف کیا ہی نہیں تو آپ نے آگے جو حوالے دیئے ہیں پہلا علامہ ازمیریؒ کا کہ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں، بعض نے کہا کہ نہیں رکھتے اور بعض کے نزدیک رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے مخفی رکھنے اور عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے اور اسی کو حق قرار دیا گیا ہے۔

دوسری عبارت شیخ محمد عبدالرحمن محلاوی حنفی کی ہے کہ کیا حضور ﷺ متشابہات کا علم رکھتے ہیں اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک نہیں لیکن بعض کے ہاں رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسے مخفی اور اس کے عدم اظہار کا حکم دے رکھا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۵، ۴۶)

محترم قادری صاحب غور فرمائیں کہ یہ حضرات آپ کی طرح اس بارہ میں اختلاف کا ہی سرے سے انکار نہیں کر رہے بلکہ اختلاف کا اقرار کر کے اپنے اختیار کردہ نظریہ کو حق کہہ رہے ہیں اور ان کے حق کہنے کے قول سے دلائل کی دنیا میں اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

قادری صاحب سے ہمارا سوال

ہم یہ سوال پہلے بھی کر چکے ہیں مگر جواب نہیں ملا، اس لئے مفتی قادری صاحب کے ان عبارات کو پیش کرنے پر پھر سوال کو دہرا دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک مقام میں ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ساری کتاب کی تعلیم دیتا ہے، ایک مقام میں بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ آپ کی جانب جو آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا، آپ اس کو امت تک پہنچا دیں، ایک مقام میں فرمایا لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ تاکہ آپ لوگوں کیلئے اس کی وضاحت کر دیں جو ان کی جانب اتارا گیا ہے اور اس جیسی اور آیات بھی ہیں۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا متشابہات کتاب کا حصہ ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر متشابہات کا علم تھا تو پھر ان کی تعلیم امت کو دینا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ اور مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کے ارشادات کی روشنی میں ضروری تھا ورنہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کہ ساری کتاب کی تعلیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں اس خبر کا نعوذ باللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے کہ ساری کتاب کی تعلیم نہیں دی اس لئے کہ آپ نے متشابہات کی تعلیم نہیں دی اور مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ اور مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ میں ما عامہ ہے اس میں کوئی استثنیٰ نہیں ہے اس لئے اس ذمہ داری کو نعوذ باللہ پورا نہ کرنا ثابت ہوتا ہے یا پھر مفتی قادری صاحب اَلْكِتَابَ اور مَا أُنْزِلَ اور مَا نُزِّلَ میں سے متشابہات کی استثناء کی قطعی دلیل پیش کریں، اسلئے کہ یہ قرآن کریم کا عموم ہے جس عموم کی تخصیص کم از کم خبر مشہور سے ہو سکتی ہے صرف بعض حضرات کے اقوال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے چھپانے کا حکم دیا گیا تھا اس سے

قرآن کریم کے عموم میں تخصیص نہیں کی جا سکتی۔ قرآن کریم کے عموم میں تخصیص کے معیار کی دلیل پیش کریں پھر ان حضرات کے اس نظریہ کے حق وصواب کہنے پر خوش ہوں۔

متقدمین احناف کے نظریہ کے مطابق جو ہمارا مختار ہے اس کے مطابق تو بات واضح ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ آپ ﷺ کو جن آیات کے الفاظ اور احکام و مفہوم سمیت امت تک پہنچانے کا حکم دیا گیا وہ آپ نے پہنچا دیا اور جن آیات کے صرف الفاظ ہی آپ کو دیئے گئے وہ آپ نے امت تک پہنچا کر فریضہ کو باحسن انداز ادا فرما دیا۔ ہمارے نزدیک پورا قرآن کریم جو حضور علیہ السلام پر اتارا گیا وہی پورا قرآن کریم امت تک پہنچایا گیا، اس میں نہ آپ نے کوئی چیز چھپائی اور نہ ہی آپ کو چھپانے کا حکم دیا گیا، اگر کسی کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کو بعض باتیں چھپانے کا حکم تھا تو وہ اس پر قطعی الدلالت اور قطعی الثبوت دلیل پیش کرے، هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ.

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی عبارات

محترم مفتی قادری صاحب بار بار حضرت قاضی صاحب پانی پتیؒ کی وہ عبارات پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں اور ان ہی عبارات کو محترم قادری صاحب نے چھٹی قسط میں بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ان عبارات کے بارہ میں ہم برملا واضح کر چکے ہیں کہ ان عبارات سے حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کا اپنا نظریہ تو ثابت ہوتا ہے مگر اس کو احناف کا متفقہ نظریہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ حضرت قاضی صاحبؒ نے خود لکھا ہے کہ احناف کا مختار مذہب یہ ہے کہ متشابہ کی مراد کو نہیں پایا جا سکتا اور اس میں رسول اللہ ﷺ اور باقی لوگ برابر ہیں۔ (حاشیہ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۴)

اتنی واضح بات کے بعد بھی حضرت قاضی صاحبؒ کی وہ عبارات پیش کر کے جن میں حضور علیہ السلام کے متشابہات کو جاننے کا کہا گیا ہے ان کو احناف کا متفقہ نظریہ قرار دینا یقیناً تَوْجِيهُ الْقَوْلِ بِمَا لَا يَرْضٰى بِهِ الْقَائِلُ کا مصداق اور نری ہٹ دھرمی ہے؟

امام رازیؒ کی گفتگو

محترم قادری صاحب نے امام رازیؒ سے نقل کیا کہ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللہ پر وقف کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ کوئی اپنے طور پر ان کی تاویل نہیں جان سکتا، ہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جان سکتا ہے۔ (رسالہ ص ۴۹ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

اس بارہ میں بھی ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شوافع حضرات کا اس بارہ میں احناف سے اختلاف ہے اور امام رازیؒ شافعی المسلک ہیں اور انہوں نے اپنے نظریہ کو راجح ثابت کیا ہے اس لئے اس بارہ میں ان کی بات احناف کے نظریہ کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

امام یحییٰ رہاویؒ اور علامہ بحر العلومؒ کی عبارات

محترم قادری صاحب نے امام یحییٰ رہاویؒ اور علامہ بحر العلومؒ کی عبارات نقل کی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ بعض حضرات کو الہام کے ذریعہ سے متشابہات کا علم ہو سکتا ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۰) مگر قادری صاحب کی معلومات کیلئے عرض ہے کہ احناف اور شوافع کے درمیان جو اختلاف ہے کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہے یا نہیں، یہ اختلاف علم قطعی میں ہے علم ظنی میں تو اختلاف ہی نہیں ہے اور ازالۃ الریب میں بھی اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مختلف فیہ علم قطعی ہے نہ کہ ظنی۔

(ازالۃ الریب ص ۴۷۷)

اور کشف والہام کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ تو ظنی ہوتا ہے اور محترم قادری صاحب کو اس بارہ میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی عبارات ہی دیکھ لینی چاہیے تھیں جن کی عبارات وہ بڑے طمطراق اور فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں وَالۡعِلۡمُ الۡحَاصِلُ لِلۡاَوۡلِیَاءِ بِالۡاِلۡهَامِ وَغَیۡرِهٖ ظَنِّیٌّ لَیۡسَ بِقَطۡعِیٍّ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۹۶) اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے جو علم حاصل

ہوتا ہے وہ قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ اور یہی بات ملا علی قاریؒ نے مرقات ج ۱ ص ۲۶ میں فرمائی ہے۔ جب علم ظنی محل نزاع ہی نہیں تو ایسی عبارات کو ذکر کر کے مضمون کو طول دینا اور یہ کہنا کہ کیا ان اولیاء کرام کو جھوٹا کہا جائے گا جنہوں نے کہا ہے کہ ہمیں بھی متشابہات کا علم عطا ہوا ہے یہ قطعاً مناسب بات نہیں ہے۔

محترم قادری صاحب کو علامہ بحر العلومؒ کی یہ عبارت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے تھی (قُلْنَا) لَوْ سُلِّمَ صِحَّةُ النَّقْلِ فَلاَ نُسَلِّمُ اَنَّهُمْ اُوْتُوْا يَقِيْناً وَ (الْكَلاَمُ فِي الْعِلْمِ حَقِيْقَةً كَمَا فِي الْمُحْكَمَاتِ وَاِنَّمَا تَكَلَّمُوْا تَخْمِيْناً) عَلٰى اَنَّهُ تَاْوِيْلٌ عِنْدَهُمْ (فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۹ طبع مکتبۃ التراث الاسلامیہ ملتان) جن حضرات کے بارہ میں متشابہات کی تاویل جاننے کی روایات ہیں اگر ان روایات کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ انہوں نے محکمات کے علم جیسے علم قطعی سے تاویل کی ہے بلکہ ان کے ہاں ان متشابہات کی تخمیناً جو تاویل ہو سکتی تھی وہ انہوں نے کر دی ہے اور یہ محل خلاف ہی نہیں بلکہ کلام تو علم حقیقی میں ہے۔

اس سے محترم قادری صاحب کی جانب سے پیش کردہ ان تمام عبارات کا جواب ہو جاتا ہے۔ جن میں بعض صحابہ کرامؓ یا اولیاء کرامؒ سے متشابہات کی تاویلات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی تاویلات کو ظنی قرار دیا گیا ہے قطعی نہیں جبکہ اختلاف علم قطعی میں ہے۔

متقدمین اور متاخرین کا اختلاف

محترم قادری صاحب یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان جو اختلاف ملتا ہے وہ یہ ہے کہ متقدمین آیات متشابہات کی تاویل یہ کہتے ہوئے نہیں کرتے تھے کہ راسخین فی العلم ان کا علم نہیں رکھتے مگر متاخرین ان کی تاویل کرتے ہیں ان میں بشمول احناف یہ اختلاف ہرگز نہیں کہ رسول اللہ متشابہات کا علم رکھتے ہیں یا نہیں .... پھر آگے مفتی قادری صاحب نے کشف

الاسرار کی ایک عبارت پیش کی جس میں یہ ذکر ہے کہ سلف متشابہات کی تاویل نہیں کرتے تھے مگر خلف باطل لوگوں کے استدلال کے جواب میں تاویل پر مجبور ہوئے۔

(رسالہ مذکورہ ص ۵۲، ۵۳)

محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ کشف الاسرار کی عبارت میں یہ ضرور ہے کہ سلف اور خلف میں متشابہات کی تاویل کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہوا ہے مگر اس میں یہ تو نہیں کہ حضور علیہ السلام کے متشابہات کو جاننے کا نظریہ متفقہ ہے بلکہ ہم نے اس سے پہلے تفسیر مظہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلف کے نزدیک متشابہات کو نہ جاننے میں حضور علیہ السلام اور باقی لوگ برابر ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی کا فرمان

إِنَّ اللهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ سے متعلق بحث کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں وَمَعْنٰی كَوْنِ ذٰلِكَ عِنْدَهُ عَزَّوَجَلَّ خَاصَّةً اَنَّهٗ اسْتَأْثَرَ بِهٖ حَيْثُ لَمْ يُخْبِرْ اَحَدًا بِهٖ مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ اَوْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ. (روح المعانی ج ۹ ص ۱۳۳) کہ ان اللہ عندہ کہ علم اللہ کے پاس ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں ایسا یگانہ ہے کہ اس کے بارہ میں اس نے کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی اور پھر آگے فرماتے ہیں وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْغَيْبِ وَقْتُ قِيَامِ السَّاعَةِ لِاَنَّ السُّؤَالَ عَنْهُ وَهُوَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَعْلَمْهُ وَلَمْ يُخْبِرْ بِهٖ اَصْلًا (روح المعانی ج ۹ ص ۱۳۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الغیب سے مراد قیامت کے وقوع کا وقت ہے اس لئے کہ آپؐ سے سوال اسی کے بارہ میں کیا گیا تھا اور آپ نہ اس کو جانتے تھے اور نہ ہی اس کی خبر دی۔

نیز علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں وَذَهَبَ سَادَاتُنَا الْحَنَفِيَّةُ اِلٰى اَنَّ الْمُحْكَمَ الْوَاضِحُ الدَّلَالَةِ الظَّاهِرِ الَّذِىْ لَا يَحْتَمِلُ النَّسْخَ وَالْمُتَشَابِهُ الْخَفِيُّ الَّذِىْ

لَایُدْرَکُ مَعْنَاہُ عَقْلًا وَّلَا نَقْلًا وَھُوَ مَا اسْتَاثَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعِلْمِہٖ کَقِیَامِ السَّاعَۃِ وَالْحُرُوْفِ الْمُقَطَّعَۃِ فِیْ اَوَائِلِ السُّوَرِ (روح المعانی ج ۳ ص ۸۲)

اور ہمارے اکابر احناف اس جانب گئے ہیں کہ محکم وہ ہوتا ہے جو واضح ہو اور اس کی معنی پر دلالت ظاہر ہو اور نسخ کا احتمال نہ رکھے اور متشابہ وہ مخفی ہوتا ہے جس کے معنی کا نہ عقلا ادراک کیا جا سکے اور نہ ہی نقلا اس کا معنی ثابت ہو اور وہ، وہ ہوتا ہے جس کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے جیسا کہ قیامت کے وقوع کا وقت اور سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات۔

علامہ آلوسی مزید فرماتے ہیں وَھُوَ الَّذِیْ ذَھَبَ اِلَیْہِ الْحَنَفِیَّۃُ الْقَائِلُوْنَ بِالْمُتَشَابِہِ مَا اسْتَاثَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعِلْمِہٖ (روح المعانی ج ۳ ص ۸۴) حنفیہ کا نظریہ یہ ہے کہ متشابہ کے جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں وَمُتَشَابِہٌ لَایَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنِ ادَّعٰی عِلْمَہٗ سِوَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ کَاذِبٌ (روح المعانی ج ۳ ص ۸۵) متشابہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کیلئے اس کے علم کا قائل ہے وہ جھوٹا ہے۔

ہدایہ اور عالمگیری کے مترجم سید امیر علی صاحب کا فرمان

اور جمہور حنفیہ سے یہی قول ثابت ہوا ہے کہ متشابہ کی تاویل کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۳ ص ۱۱۲) اور ایک مقام پر متشابہات کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں پس مختار یہ ہے کہ اس قسم کی متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ (مواہب الرحمٰن ج ۱ ص ۴۶)

جب ایسی واضح عبارات علماء احناف سے موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے مفتی قادری صاحب کا یہ دعویٰ کہ سلف اور خلف میں اختلاف صرف متشابہ کی تاویل کرنے یا نہ کرنے میں تھا حضور علیہ السلام کے متشابہات کو جاننے میں نہ تھا

دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ متاخرین احناف نے امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کی پیروی کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی استثناء ضروری ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نظامی علی الحسامی وغیرہ کے حوالہ سے اپنی تحریر کی تیسری قسط میں وضاحت کردی تھی۔

محترم مفتی قادری صاحب نے علامہ بحر العلوم کی فواتح الرحموت کی عبارات بھی اپنے مضمون میں پیش کی ہیں کاش وہ بحر العلوم کی یہ عبارت بھی دیکھ لیتے جس میں وہ وضاحت فرماتے ہیں کہ متشابہ کو جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے وَالْاِمَامَانِ فَخْرُ الْاِسْلَامِ وَشَمْسُ الْاَئِمَةِ خَصَّصَا الْمَسْئَلَةَ بِمَا عَدَا الرَّسُوْلِ ﷺ وَهُوَ الْاَلْيَقُ وَالْاَصْوَبُ. (فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۷)

اور دو اماموں امام فخر الاسلامؒ اور امام شمس الائمہؒ نے مسئلہ کو رسول اللہ کے علاوہ کے ساتھ مختص کیا ہے اور یہی زیادہ بہتر ہے اور درست ہے۔ اس میں اگرچہ بحر العلومؒ نے علامہ بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کے نظریہ کو ترجیح دی ہے مگر اس کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تخصیص ان حضرات ہی کی ہے اسی لئے خَصَّصَا کے ساتھ ان دونوں کی طرف نسبت کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان سے پہلے احناف میں سے کسی نے یہ استثناء نہیں کی۔

ہماری عبارت کی غلط تعبیر

محترم قادری صاحب نے علامہ آلوسیؒ کی ایک عبارت پیش کی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ متشابہات کا علم حضور علیہ السلام کے علاوہ اولیاء کاملین کو بھی ہے، اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ محترم قادری صاحب کو اس عبارت کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ علامہ آلوسیؒ نے تو شوافع حضرات کی طرح حضور علیہ السلام کے علاوہ اوروں کیلئے بھی اس کا علم مانا ہے حالانکہ اب تک کی بحث میں مفتی قادری صاحب کا جو نظریہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہے۔

(ماہنامہ نصرت العلوم ص ۴۰، اکتوبر ۲۰۰۴ء)

ہماری اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم مفتی قادری صاحب علامہ محمود آلوسیؒ کا شافعی ہونا کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ ہم نے اقوال صحابہؓ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسیؒ کا بھی ذکر کیا کہ وہ بھی ان کا یہی مفہوم لیتے ہیں کہ مقطعات اللہ ورسول کے درمیان راز ہیں اس پر قارن صاب لکھتے ہیں چونکہ علامہ آلوسیؒ شافعی ہیں اس لئے ان کا حوالہ مفید نہیں۔ (ماہنامہ سوئے حجاز ص ۳۹ مارچ ۲۰۰۵ء)

ہم اس پر افسوس کا اظہار ہی کر سکتے ہیں کہ محترم قادری صاحب نے ہماری عبارت کی غلط تعبیر کرکے ہماری جانب اس کی نسبت کی ہے ہم نے علامہ آلوسیؒ کو قطعاً شافعی نہیں کہا اور نہ ہی وہ شافعی ہیں بلکہ وہ تو حنفی ہیں۔ ہم نے تو یہ لکھا تھا کہ علامہ آلوسیؒ کی عبارت سے تو شوافع کے نظریہ کی طرح حضور علیہ السلام کے علاوہ اوروں کیلئے بھی متشابہ کا علم ثابت ہوتا ہے اس لئے یہ عبارت قادری صاحب کو فائدہ نہیں دیتی مگر محترم قادری صاحب نے بے توجہی سے ہماری عبارت کے مفہوم کو ہی بگاڑ دیا ہے۔

فائدہ تخاطب باطل

مفتی قادری صاحب اپنی تحریر کی ساتویں قسط کے آغاز میں یہی عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں اگر حضور علیہ السلام کو متشابہ کا علم نہ ہو تو تخاطب کا فائدہ باطل ہو جاتا ہے اور پھر بے عقلی و بے وقوفی کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کیلئے متشابہ کا علم ماننا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ سفاہت و بے وقوفی لازم نہ آجائے کیونکہ غیر مفہوم خطاب کرنا بے وقوفی ہوتا ہے پھر بے معنی خطاب کا عنوان قائم کرکے بھی اسی طرح کی گفتگو کی ہے۔ (سوئے حجاز نومبر ۲۰۰۴ء)

اس کے جواب میں اگر محترم قادری صاحب ہدایہ اور عالمگیری کے مترجم سید امیر علی صاحب کی عبارت ہی ملاحظہ فرما لیتے تو ان کو فضول بحث کو طول دینے کی زحمت نہ اٹھانا پڑتی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لئے جائیں تو

خطاب مہمل ہوگا، جواب یہ ہے کہ خطاب اس وقت مہمل ہوگا جب کوئی فائدہ نہ نکلے اوران آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ج ۱ ص ۴۲)
اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح منسوخ الحکم آیات کی تلاوت کا فائدہ جواز صلوٰۃ اور ثواب تلاوت اور ایمان کی حیثیت سے باقی ہے اسی طرح آیات متشابہات سے بھی یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں اس لئے ان کا مفہوم معلوم نہ ہونے کے باوجود فائدہ تخاطب حاصل ہے۔

وعدہ الٰہی کی خلاف ورزی

محترم قادری صاحب تفسیر مظہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم نہ مانیں تو وعدہ الٰہی کی خلاف ورزی لازم آئے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ پھر ہم پر ہے قرآن کا بیان۔
(ملخصاً ص ۴۲، نومبر ۲۰۰۴ء)
محترم قادری صاحب سے گزارش ہے کہ اکثر مفسرین نے اس تفسیر سے ہٹ کران آیات کی تفسیر کی ہے اس لئے یہ مولانا قاضی ثنائی اللہ صاحب پانی پتیؒ کی اپنی تحقیق ہے اور یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اگر اس قسم کے احتمالات کو لے لیا جائے تو کئی احتمالات اس کے خلاف بھی پیدا ہوتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔
یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ. اے رسول اللہ ﷺ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو نازل ہوا وہ آپ پہنچادیں، ما انزل میں ما عام ہے۔ حضور علیہ السلام پر متشابہات بھی اتاری گئیں تو کیا حضور علیہ السلام نے متشابہات کو مفہوم سمیت بیان کیا ہے اگر کیا ہے تو مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے مگر اس کی دلیل دینی چاہئے جس کو ثابت کرنا قیامت تک کسی کے بس میں نہیں، اگر قادری صاحب کے پاس ہے تو پیش کریں تاکہ نزاع ہی ختم ہو جائے، اگر متشابہات کا مفہوم

بیان نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو کیا اس سے حکم خداوندی کی معاذ اللہ خلاف ورزی لازم نہیں آتی اور کیا اس سے حضور علیہ السلام پر نعوذ باللہ دین کا کچھ حصہ چھپانے کا بدترین الزام نہیں آتا۔ اور اگر دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو ان متشابہات کو چھپانے کا حکم تھا تو یہ دعویٰ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ کے عموم کے خلاف ہے اور قرآن کریم کے عموم میں خصوص کیلئے دلیل قطعی چاہئے اگر مفتی قادری صاحب کے پاس قرآن کریم کے مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے عموم میں تخصیص کی قطعی دلیل ہے تو واضح کریں تاکہ اس مسئلہ میں نزاع ہی ختم ہو جائے۔

قرآن پر طعن

یہ عنوان قائم کر کے محترم قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم نہ مانیں تو قرآن کریم پر طعن کا دروازہ کھل جائے گا مگر اس کا جواب تو مفتی قادری صاحب خود ہی بے خبری میں شرح المنار کے حوالہ سے دے چکے ہیں کہ شیخ ابن الملکؒ فرماتے ہیں لِاَنَّ اِنْزَالَ الْقُرْآنِ لِاِنْتِفَاعِ الْعِبَادِ فَلَوْ لَمْ یَعْلَمْہُ غَیْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی لَطَعَنَ فِیْہِ الطَّاعِنُوْنَ.

(شرح المنار لابن الملک ص ۳۶۸، سوئے حجاز ص ۵۵، اکتوبر ۲۰۰۴ء)

جب قرآن کریم کے نزول کا مقصد بندوں کو فائدہ پہنچانا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا تو طعن کرنے والے طعن کریں گے، مفتی قادری صاحب غور کریں کہ جب بندوں کے فائدہ کیلئے قرآن کریم کا نزول ہے تو بندوں کو اس کا مفہوم معلوم ہونا چاہئے ورنہ تو طعن کرنے والے طعن کریں گے، اگر بندوں کو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کریم پر طعن نہیں ہوتا تو حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم نہ ہونے کی صورت میں بھی طعن نہیں ہو سکتا جبکہ امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کے پیروکار متاخرین احناف کی اکثریت بھی حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کیلئے متشابہات کے

علم کی قائل نہیں ہے تو ان کے نظریہ کے مطابق تو پھر بھی اعتراض کا دروازہ بند نہ ہوا۔

مقطعات از قبیل متشابہات

محترم قادری صاحب نے علامہ شبیر احمد عثمانی کا حوالہ دیا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا تھا کہ علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ کیا حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں یا کہ نہیں۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ یہ متشابہات میں سے نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ مولانا عثمانی کے نزدیک حروف مقطعات متشابہات میں سے نہ ہوں ورنہ باقی جن باتوں کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے ان کا علم وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مانتے ہیں۔

ہماری اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم قادری صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں دیکھنا یہ ضروری ہے کہ مقطعات کے بارے میں مختار موقف کیا ہے۔

(رسالہ مذکورہ ص ۴۵، نومبر ۲۰۰۴ء)

ہماری محترم قادری صاحب سے گذارش ہے کہ کسی عالم کا نظریہ معلوم کرنے کیلئے اس کی تحریرات کی روشنی میں نظریہ معلوم کیا جاتا ہے باقی لوگوں کی تحریرات سے اس عالم کا نظریہ معلوم نہیں کیا جاتا جب بات مولانا عثمانی کے بارہ میں ہے تو ان کی ہی تحریرات کو دیکھنا ہوگا کہ وہ اس بارہ میں کیا نظریہ رکھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں تاہم غیب کے اصول وکلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کہنا چاہئے حق تعالیٰ نے اپنے ہی لئے مخصوص رکھا ہے۔ (سورۃ الانعام آیت ۵۹) وہ مزید فرماتے ہیں آیت ہذا میں جو پانچ چیزیں مذکور ہیں، احادیث میں ان کو مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ فرمایا ہے جن کا علم یعنی علم کلی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ (سورۃ لقمان آخری آیت) مولانا عثمانی مزید فرماتے ہیں گو قیامت کے وقت کی ٹھیک تعیین کر کے اللہ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ (سورۃ الاحزاب

بلکہ اس سے بھی واضح الفاظ میں متشابہات کی بحث کرتے ہوئے مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں قُلْتُ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ الْوَقْفَ عَلٰى اِلَّا اللّٰهُ وَعَدُّوْا وَقْفَهٗ وَقْفًا لَازِمًا وَهُوَ الظَّاهِرُ لِاَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّاوِيْلِ مَعْنَاهُ الَّذِيْ اَرَادَهٗ تَعَالٰى وَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ (فتح الملہم ج ۲ ص ۳۱۶) میں کہتا ہوں کہ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ وقف الا اللہ پر ہے اور انہوں نے الا اللہ پر وقف کو وقف لازم قرار دیا ہے اور یہی بات ظاہر ہے اس لئے کہ تاویل سے مراد وہ معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور وہ درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب اتنے واشگاف الفاظ میں مولانا عثمانیؒ نے اپنا نظریہ بیان کیا ہے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حروف مقطعات کو وہ متشابہات میں سے نہیں مانتے ورنہ ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مختص مانتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا حوالہ

مفتی قادری صاحب اپنی تحریر کی ساتویں قسط کے آخر میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے حروف مقطعات کے تحت قول اول یہ لکھا ہے کہ یہ حروف اسرار محبت ہیں کہ دیگر سے پوشیدہ کرکے اپنے پیغمبر حبیب ﷺ کو نشان دے دیا۔

(رسالہ مذکورہ ص ۷۸)

محترم قادری صاحب کو یہ بات ضرور مدنظر رکھنی چاہئے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیری ذمہ داری ادا کرتے ہوئے حروف مقطعات کے بارہ میں ان کے ہاں جو اقوال تھے وہ انہوں نے نقل کئے ہیں اور وہ سولہ اقوال ہیں ان میں سے ایک قول ان لوگوں کا بیان کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں اسی لئے حضرت شاہ صاحبؒ نے بیان کا انداز یوں اختیار کی ہے وایں قول را تائید کردہ اند (تفسیر عزیزی ص ۷۵) کیا اس قول

والے اپنی تائید میں یہ قول پیش کرتے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب ایسا قول رکھنے والوں کا نظریہ نقل کر رہے ہیں پھر یہ بھی واضح رہے کہ جب اس بارہ میں سولہ اقوال حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے پیش کیے ہیں تو ان میں سے ایک ہی قول کو محترم مفتی قادری صاحب امت کا متفقہ نظریہ قرار دینے کی کیسے جرأت کر رہے ہیں۔

پھر مفتی قادری صاحب نے جن مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کی وکالت کیلئے قلم اٹھایا ہے ان کا نظریہ تو حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب کلی ہے جبکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تو فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو کئی قوموں کی زبانوں کا علم عطا نہیں فرمایا گیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ آنحضرت ﷺ امی تھے اور بطور خرق عادت علوم میں کامل و ماہر ہوئے تو ایسا ہی ہر لغت کے الفاظ اور اس کے لہجہ اور معانی سے آنحضرت ﷺ کی واقفیت ہو جاتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض قوم آنحضرت ﷺ سے تمام عمر میں بھی شرف ملاقات سے مشرف نہ ہوئی اور یہ علم اللہ تعالیٰ کو تھا تو اگر ان قوموں کی لغت کی تعلیم آنحضرت ﷺ کو بطریق خرق عادت ہوئی ہوتی تو وہ تعلیم بے فائدہ ہوتی۔ (فتاویٰ عزیزی اردو ص ۲۹۳) اس عبارت کی روشنی میں قارئین کرام کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا نظریہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے گا۔

(**نوٹ**) تکلیف کے باوجود محترم قادری صاحب کی ساتویں قسط کے آخر تک کا جواب مکمل کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو آئندہ باقی قسطوں کا جواب ضرور لکھا جائے گا اور اس کے ساتھ پھر مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ متشابہات کے علم کے بارہ میں اپنا دعویٰ تو صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں تاکہ بحث کو اس کے دائرہ میں رکھا جائے۔

محترم مفتی محمد خان قادری صاحب نے یہ لکھا تھا کہ تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے ہیں مگر وہ اپنے اس نظریہ کو کسی معقول دلیل سے ثابت نہیں کر سکے اور نہ ہی ثابت کر سکتے ہیں اس لئے کہ جب متقدمین احناف سارے اور متاخرین میں سے معتد بہ طبقہ مخلوق میں سے کسی کی استثناء کے بغیر متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مانتا ہے تو ایسی حالت میں حضور علیہ السلام کے متشابہات کا علم رکھنے پر ساری امت کے اتفاق کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے، پھر اس ضمن میں محترم قادری صاحب نے بعض ایسی عبارتیں پیش کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں اور حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی کی ایک عبارت تائید میں پیش کی کہ جب نبی کے حق میں متشابہات کا غیر المراد ہونا باطل ہے تو معلوم المراد ہونا ثابت ہوگا اور اس کی تائید صدیق اکبرؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے فِی کُلِّ کِتَابٍ سِرٌّ وَسِرٌّ فِی الْقُرْاٰنِ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ الخ. اس پر ہم نے لکھا تھا کہ محترم سکروڈوی صاحب کا حضرت ابو بکرؓ کے اس قول کو حضور علیہ السلام کے متشابہات کو جاننے کے معاملہ میں پیش کرنا محل نظر ہے اس لئے کہ حروف مقطعات کے بارہ میں تین قسم کے جملے استعمال کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰهِ رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو صرف وہی جانتا ہے، دوسرے یہ کہ سِرُّ الْکِتَابِ یعنی یہ کتاب کے اندر راز ہے جس کو صرف نازل کرنے والا ہی جانتا ہے اور تیسرے یہ کہ سِرٌّ بَیْنَ اللّٰهِ وَبَیْنَ رَسُوْلِهٖ کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے سِرُّ الْکِتَابِ فرمایا ہے اس لئے اس کا مفہوم ''اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے'' لینا درست نہیں ہے۔

اس پر بحث کرتے ہوئے محترم قادری صاحب نے اپنی تحریر کی آٹھویں قسط میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ اور میرے عم مکرم اور استاد محترم حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب دام مجدہم کی عبارات پیش کیں کہ ان سے بھی ہماری تائید

ہوتی ہے، حالانکہ ہم اس سے پہلی تحریر میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیری ذمہ داری نبھاتے ہوئے اس بارہ میں جو اقوال ان کے پیش نظر تھے وہ نقل کر دیئے ہیں ان میں سے ایک قول وہ بھی ہے جس کا سہارا محترم مفتی قادری صاحب لے رہے ہیں مگر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے واضح لکھا کہ واین قول را تائید کردہ اند کہ اس قول والے اپنی تائید میں یہ قول پیش کرتے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا اپنا نظریہ یہ نہیں بلکہ اس قول کے قائلین کا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت صوفی صاحب دام مجدہم نے بھی اس بارہ میں جو اقوال تھے وہ ذکر کیئے اور پھر امام سیوطیؒ کے قول کو ہی ترجیح دی کہ ان کی مراد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اپنی اس بحث کو اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کے الفاظ سے ختم فرمایا، ملاحظہ ہو ''تفسیر معالم العرفان پارہ اول ص ۴۳''۔

اس لئے محترم قادری صاحب کا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت صوفی صاحب دام مجدہم کے حوالے اپنی تائید میں پیش کرنا بے سود ہے، باقی رہا یہ کہ ایسا کہنے والے بھی تو ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور دیگر حضرات صحابہ سے اس قسم کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے تو اس کا نہ کسی نے انکار کیا ہے اور نہ ہی انکار کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ کئی حضرات کی ایسی عبارات ملتی ہیں اور انہی عبارات کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور حضرت صوفی صاحب اور بعض دیگر حضرات نے پیش کیا ہے۔ مگر محترم قادری صاحب کو یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اس کے خلاف کہنے والے بھی موجود ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ حروف مقطعات کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض تو کہتے ہیں کہ ان کے معنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور کسی کو معلوم نہیں اسلئے وہ ان حروف کی کوئی تفسیر نہیں کرتے، قرطبی نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہی نقل کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ا ص ۶۸) علامہ ابن کثیرؒ نے امام قرطبی کا جو حوالہ دیا

تفسیر قرطبی ج اص ۱۵۴ میں موجود ہے اور ایک مقام پر علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں، دوسری وہ جسے عرب اپنی لغت سے سمجھتے ہیں، تیسری وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور چوتھی وہ جسے بجز ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا، یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے، حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۵۸)

اس عبارت سے واضح ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کا ایسا حصہ بھی ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، امام زرکشیؒ لکھتے ہیں وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِی الْحُرُوْفِ الْمُقَطَّعَةِ اَوَائِلَ السُّوَرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنَّ هٰذَا عِلْمٌ مَسْتُوْرٌ وَسِرٌّ مَحْجُوْبٌ اِسْتَاثَرَ اللهُ بِهٖ وَلِهٰذَا قَالَ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ كُلِّ كِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّهٗ فِي الْقُرْآنِ اَوَائِلَ السُّوَرِ قَالَ الشَّعْبِيُّ اِنَّهَا مِنَ الْمُتَشَابِهِ نُؤْمِنُ بِظَاهِرِهَا وَنَكِلُ الْعِلْمَ فِيْهَا اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ (البرھان فی علوم القرآن للزرکشی ج اص ۱۷۳) اور سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات ہیں ان میں لوگوں کا اختلاف ہے اور اس بارہ میں دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ مستور علم ہے اور چھپا ہوا راز ہے جس کو جاننے میں اللہ کی ذات یگانہ ہے اور اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں راز ہوتا ہے اور اس کا راز قرآن میں سورتوں کے ابتدائی حروف ہیں، امام شعبیؒ نے کہا کہ بے شک وہ متشابہات میں سے ہیں ہم ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے بارہ میں علم اللہ تعالیٰ کی جانب سونپ دیتے ہیں۔ اور تفسیر بیضاوی کے شارح شیخ زادہ حنفیؒ لکھتے ہیں وَاعْلَمْ اَنَّ لِلنَّاسِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى الٓمّٓ وَسَائِرِ الْفَوَاتِحِ قَوْلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنَّهٗ سِرٌّ مَسْتُوْرٌ وَمَعْنًى مَحْجُوْبٌ اِسْتَاثَرَ اللهُ تَعَالٰى بِعِلْمِهٖ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ كُلِّ كِتَابٍ سِرٌّ وَسِرُّ اللهِ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ هٰذِهٖ

الْحُرُوْفُ الَّتِیْ فِیْ اَوَائِلِ السُّوَرِ، وَرُوِیَ مِثْلُهٗ عَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ اَیْضًا وَالتَّابِعِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۶۴ طبع استنبول) اور آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان الم اور دیگر سورتوں کے ابتدائی حروف کے بارہ میں لوگوں کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ چھپا ہوا راز اور چھپا ہوا معنی ہے جس کو جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر کتاب میں راز ہوتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا راز وہ حروف ہیں جو بعض سورتوں کی ابتداء میں ہیں اور اسی کے مثل دیگر صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی گئی ہے۔

ان عبارات سے جہاں یہ وضاحت ہو گئی کہ حروف مقطعات کا مفہوم جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ علامہ ابن کثیرؒ، امام قرطبیؒ، امام زرکشیؒ اور شیخ زادہ حنفیؒ کے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ کے فرمان وَسِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ کا مفہوم یہ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جس کو جاننے میں اللہ تعالیٰ یگانہ ہے۔ شیخ زادہ حنفیؒ کے بارہ میں ہم نے لکھا تھا کہ انہوں نے امام بیضاویؒ کے انداز پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ امام بیضاویؒ نے حضرت ابو بکرؓ اور دیگر حضرات صحابہ سے جو روایت ہے اس کو ظاہر سے پھیر کر اس کی تاویل کی ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں اَوَّلَ الْمُصَنِّفُ مَارُوِیَ عَنِ الْخُلَفَاءِ وَغَیْرِهِمْ وَصَرَّفَهٗ عَنْ ظَاهِرِهٖ حَیْثُ قَالَ وَلَعَلَّهُمْ اَرَادُوْا۔ (حاشیہ شیخ زادہ ص ۷۰) مصنف نے حضرات خلفاء وغیرہم سے جو روایت کی گئی ہے اس کی تاویل کی ہے اور اس کو ظاہر سے پھیرتے ہوئے کہا ہے اور شاید کہ انہوں نے مراد لیا ہے۔ اس میں ہماری بات بالکل واضح ہے جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ شیخ زادہ کا یہ انداز امام بیضاویؒ پر گرفت کا ہے جبکہ ہم نے اس سے پہلے شیخ زادہ کی جو عبارت پیش کی ہے وہ بھی ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے

اس لئے محترم مفتی قادری صاحب کا شیخ زادہ کی طویل بے مقصد عبارت پیش کرنا اور اس پر اپنے انداز سے بحث کرنا بالکل بے سود ہے۔ پھر مفتی قادری صاحب کا عنایۃ القاضی کے حوالہ سے لکھنا کہ انوار التنزیل کے بعض نسخوں میں عبارت اِسْتَأْثَرُ اللّٰہُ تَعَالٰی ہے اور اس میں ہٖ ضمیر حضور علیہ السلام کی جانب راجح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ان کے علم سے نواز رکھا ہے، یہ حوالہ بھی بے سود ہے اس لئے کہ انوار التنزیل کے مشہور نسخہ کی یہ عبارت نہیں بلکہ کسی غیر مشہور نسخہ کی عبارت ہوگی۔

پھر نویں قسط میں محترم قادری صاحب نے شیخ حقانی کی عبارت نقل کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ یہی عبارت بعینہ حاشیہ شیخ زادہ میں ہے تو عرض ہے کہ شیخ حقانی اور شیخ زادہ نے امام فخر الاسلام کا حوالہ دیا ہے اور دونوں اس کا حوالہ دینے میں برابر ہیں اس سے شیخ زادہ کا نظریہ تو ثابت نہیں ہوتا، شیخ زادہ کا نظریہ وہی ہے جو ان کی اس عبارت سے واضح ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

پھر محترم قادری صاحب نے وہی بات کہی جو وہ پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اِلَّا اللّٰہ پر وقف کرنے کے باوجود احناف نے یہ کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کو ان متشابہات کا علم ہے اور اِلَّا اللّٰہ پر وقف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کوئی نہیں جانتا اور اس پر وہی عبارات پیش کیں جو وہ پہلے بھی پیش کر چکے ہیں اور اس کا جواب ہم نے یہ دیا تھا کہ یہ جواب تو قابل اعتنا نہیں اس لئے کہ نزول وحی سے پہلے سارے قرآن کریم کی حیثیت یہی تھی کہ حضور علیہ السلام اس کو نہیں جانتے تھے اور سارا قرآن حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہی معلوم ہوا تو ان میں متشابہات کی تخصیص کا کیا معنی؟

پھر اس نویں قسط میں کتب اصول فقہ اور بعض علماء دیوبند کی عبارات، دوبارہ مفتی قادری صاحب نے پیش کی ہیں جن پر بحث ہم پہلے کر چکے ہیں البتہ قول امام سجاوندی کا مفہوم قائم کر کے مفتی قادری صاحب نے جو توجہ دلائی ہے اس پر ہم مشکور

ہیں ہمیں ذھول ہو گیا تھا کہ جب حضرات صحابہ کرام اور تابعین سے ایسا نظریہ ثابت
ہی نہیں تو امام سجاوندی کیسے اس نظریہ کو صدر اول سے مروی کہہ سکتے ہیں، اس لئے اس
سے مراد صدر الشریعۃ الاول ہے۔ مگر مفتی قادری صاحب کے توجہ دلانے اور اس کے
بعد کے مطالعہ سے واضح ہو گیا کہ امام سجاوندی نے صدر اول سے زمانہ ہی مراد لیا ہے
اور ہمیں اس کی مراد میں ذھول ہو گیا تھا، ہم اس ذھول کو جھٹکتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں
کہ امام سجاوندیؒ نے زمانہ ہی مراد لیا ہے مگر یہ ان کی اپنی رائے ہے اس لئے کہ ہم
علامہ ابن کثیرؒ وغیرہ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ حضرات خلفاء اور دیگر صحابہ و تابعین کا
نظریہ یہی تھا کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، اسی طرح مولانا احمد علی
صاحب سہارنپوری لکھتے ہیں وَذَهَبَ الْاَكْثَرُوْنَ اِلٰى اَنَّ الْوَاوَ لِلْاِسْتِيْنَافِ وَتَمَّ
الْكَلَامُ عِنْدَ قَوْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَائِشَةَ
وَعُرْوَةَ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَكْثَرُ التَّابِعِيْنَ وَاخْتَارَهُ الْكِسَائِيُّ، وَالْفَرَّاءُ
وَالْاَخْفَشُ وَقَالُوْا لَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَ الْمُتَشَابِهِ اِلَّا اللّٰهُ انتهى. (حاشیہ بخاری ج ۲
ص ۶۵۲) اور اکثر حضرات اس جانب گئے ہیں کہ بے شک واو استینافیہ ہے اور کلام
وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ پر مکمل ہو جاتی ہے اور یہی قول حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت
عائشہؓ اور عروہؒ کا ہے اور اسی کے مطابق قول کیا ہے، امام حسن بصریؒ اور اکثر تابعین
نے اور امام کسائیؒ، امام فراءؒ اور امام اخفش نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ متشابہ کی
تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

محترم قادری صاحب نے دسویں قسط کی ابتداء میں علامہ آلوسیؒ کا شافعی ہونا
کا عنوان قائم کر کے لکھا کہ قارن نے ان کو شافعی کہا ہے حالانکہ ہم نے علامہ آلوسیؒ کو
شافعی نہیں کہا بلکہ قادری صاحب نے ہمارے کلام کی جانب توجہ نہ کرتے ہوئے
ہمارے کلام کی غلط تعبیر کی ہے، جس کی وضاحت ہم اس سے پہلے قسط میں کر چکے ہیں۔
پھر مفتی قادری صاحب نے علامہ آلوسی کی بعض عبارات پیش کی ہیں جن سے ثابت

ہوتا ہے کہ مقطعات کا علم حضور علیہ السلام کو تھا مگر ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ حروف
مقطعات کے بارہ میں علماء کے تین نظریے ہیں، بعض ان کو متشابہات میں سے مانتے
ہیں اور بعض نہیں مانتے اور بعض ان کو ایسے متشابہات میں سے مانتے ہیں جن کی
تاویل معلوم کی جاسکتی ہے مگر سب حضرات متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہی
مانتے ہیں، آگے مفتی قادری صاحب نے علامہ آلوسیؒ کی ایک عبارت پھر نقل کی ہے
جس پر بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔

شیخ ابن تیمیہؒ کی تصریح کا عنوان قائم کر کے محترم مفتی قادری صاحب نے
مجموعۃ الفتاویٰ کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں یہ ہے کہ اسلاف امت اور ائمہ
مجتہدین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ قرآن میں کچھ ایسی آیات ہیں جن کا معنی معلوم
نہیں اور نہ ہی انہیں رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں، الخ۔

ہماری مفتی قادری صاحب سے درخواست ہے کہ شیخ ابن تیمیہؒ کی اس
عبارت کا مفہوم از خود متعین نہ کریں بلکہ ان کی دیگر عبارات کی روشنی میں اس کا مفہوم
لیں اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی واضح عبارات متشابہات کے بارہ میں جو مجموعۃ
الفتاویٰ میں ہیں وہ مفتی قادری صاحب کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف پائی جاتی ہیں
مثلاً وہ لکھتے ہیں...... کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر
چار قسم پر ہے، ایک قسم تفسیر کی وہ ہے جو اہل عرب اپنے کلام سے پہچانتے ہیں، دوسری
قسم وہ ہے کہ کوئی بھی اپنی جہالت کے باعث معذور نہیں سمجھا جاتا، تیسری قسم وہ ہے
جس کو علماء جانتے ہیں اور چوتھی قسم وہ ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس جو
اس کے جاننے کا دعویدار ہے وہ جھوٹا ہے اور یہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. اور
حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ
کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی بشر کے

دل میں وہ سما سکتا ہے۔ وَكَذَالِكَ عِلْمُ وَقْتِ السَّاعَةِ وَنَحْوِ ذَالِكَ فَهٰذَا مِنَ التَّاوِيْلِ الَّذِىْ لَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللهُ تَعَالىٰ (مجموعہ فتاویٰ ج ۵ ص ۳۷) حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت شیخ ابن تیمیہؒ نے ج ۷ ص ۲۸۶ میں بھی پیش کی ہے۔

اور اسی طرح قیامت کے وقت کا علم اور اس جیسی اور باتیں تو یہ ایسی تاویل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس سے پہلے علامہ نے تاویل کے تین معانی بیان کیے ہیں جن میں سے تیسرا معنی یہ بیان کیا اَنَّ التَّاوِيْلَ هُوَ الْحَقِيْقَةُ الَّتِىْ يَؤُوْلُ الْكَلَامُ اِلَيْهَا بے شک وہ تاویل جو ایسی حقیقت ہے جس کی جانب کلام لوٹتا ہے پھر آخر میں فرماتے ہیں وَهٰذَا التَّاوِيْلُ هُوَ الَّذِىْ لَايَعْلَمُهٗ اِلَّا اللهُ.

(مجموعہ فتاوی ج ۵ ص ۳۶) یہ ایسی تاویل ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں وَنَعْتَقِدُ اَنَّ اللهَ تَعَالىٰ اِخْتَصَّ بِمِفْتَاحِ خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا اللهُ (اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ) الاٰية. (ج ۵ ص ۷۷) ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰية میں مذکور پانچ مفاتیح غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ مختص ہے، اس کے سوا ان کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں وَتَفْصِيْلُ مَا اَعَدَّ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لِعِبَادِهٖ لَايَعْلَمُهٗ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَانَبِىٌّ مُرْسَلٌ بَلْ هٰذَا مِنَ التَّاوِيْلِ الَّذِىْ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ (ج ۵ ص ۳۷۸) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کیلئے جو تیار رکھا ہے اس کی تفصیل نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل جانتا ہے بلکہ یہ ایسی تاویل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دراصل مفتی قادری صاحب کو شیخ ابن تیمیہؒ کا نظریہ معلوم کرنے میں غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے کہ شیخ ابن تیمیہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ وہ معنی و تفسیر اور تاویل میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متشابہات کا معنی اور تفسیر تو معلوم ہوتی ہے مگر اس کی تاویل کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسا کہ انہوں نے ج ۵ ص ۲۳۴ و ص ۲۳۵ اور ج ۵ ص

۳۴۷ میں وضاحت سے لکھا ہے اور اسی نظریہ کی روشنی میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک طرح کی تاویل وہ ہے جس کو راسخین بھی جانتے ہیں وَمِنْهُ مَايَعْلَمُهُ الْاَنْبِيَاءُ وَلَا مَلَائِكَةُ وَمِنْهُ لَايَعْلَمُهُ اِلَّا اللّٰه (ج ۵ ص ۳۴۹) اور اس میں سے وہ بھی ہے جس کو انبیاء اور ملائکہ جانتے ہیں اور اس میں سے وہ بھی ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے..... اتنی واضح عبارات کے ہوتے ہوئے مفتی قادری صاحب کا شیخ ابن تیمیہؒ کی عبارت کا مفہوم یہ پیش کرنا کہ وہ متشابہات کا علم حضور علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں یہ انتہائی جسارت ہے۔

اس کے بعد مفتی قادری صاحب نے علماء دیوبند کا ڈھول اور خطاب بے فائدہ کا عنوان قائم کر کے وہی عبارات پیش کی ہیں جن پر بحث پہلے ہو چکی ہے۔

ہماری تائید

محترم مفتی قادری صاحب نے امام ابن نقیبؒ کی جو عبارات لکھی ہیں ان سے ہماری تائید ہوتی ہے جیسا کہ پہلی عبارت ہی سے واضح ہے چنانچہ لکھتے ہیں امام محمد بن سلیمان قدسی حنفی المعروف ابن نقیبؒ (۶۹۸) فرماتے ہیں علوم قرآن تین اقسام پر مشتمل ہیں (۱) ایسے علوم جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے خلق میں سے کسی کو نہیں دی۔ ایسے علوم جن پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں فرمایا، یہ اس کتاب کے علوم واسرار ہیں جسے وہ ہی جانتے ہیں مثلاً معرفت کنہ ذات اور ایسے غیوب جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اس کے بارے میں کوئی بالاتفاق گفتگو نہیں کرسکتا۔

(ماہنامہ سوئے حجاز، مارچ ۲۰۰۵ء ص ۴۵)

ہماری محترم مفتی قادری صاحب سے گزارش ہے کہ اس عبارت کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنی اور ہماری اس سے قبل جو بحث ہو چکی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں، اس سے ہماری تائید ہوتی ہے اور آپ نے جو نظریہ اب تک اپنی اس بحث میں پیش کیا ہے اس کا رد واضح ہوتا ہے۔

غلط تعبیر

محترم مفتی قادری صاحب ہماری ایک عبارت کی غلط تعبیر کرتے ہوئے فیصلہ کن بات کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں محترم قارن صاحب کے اس اقتباس سے ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ اس میں انہوں نے تسلیم فرمالیا ہے کہ علماء دیوبند مقطعات کا علم حضور کیلئے مانتے ہیں اور ان کی تحقیق یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے درمیان راز و نیاز کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر مفتی قادری صاحب اب تو فیصلہ ہو چکا کا عنوان قائم کر کے اس پر لکھتے ہیں جب مقطعات کا علم حضور کو حاصل ہے تو دیگر قرآنی متشابہات کا علم تو بطریق اولیٰ آپ کو حاصل ہوگا کیونکہ تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مقطعات متشابہات سے زیادہ غامض و دقیق ہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۵)

محترم مفتی قادری صاحب سے گزارش ہے کہ ہماری جس عبارت پر آپ نے موجودہ تبصرہ کیا ہے اس کو ٹھنڈے دل اور حاضر دماغی سے غور سے دیکھیں اور منصف دل سے فیصلہ طلب کریں کہ کیا ہماری عبارت سے وہ نتیجہ نکلتا ہے جو آپ نکال کر خوشی سے بغلیں بجا رہے ہیں، ہماری عبارت کا خلاصہ یہ تھا کہ جن اکابر دیوبند نے ایسا لکھا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ مقطعات کو متشابہات میں سے مانتے ہی نہ ہوں اسلئے کہ مقطعات کے بارہ میں ہم نے واضح کیا کہ علماء کا ایک طبقہ ان کو متشابہات میں سے مانتا ہی نہیں۔ جب ان کے نزدیک مقطعات متشابہات میں سے نہیں ہیں تو مفتی قادری صاحب کا یہ نتیجہ نکالنا کہ متشابہات کا علم تو بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے تو یہ قیاس مع الفارق ہے اور بالکل قیاس فاسد ہے اس لئے کہ جو متشابہات میں سے ہے ہی نہیں اس کے جاننے سے متشابہات کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟

بفضلہ تعالیٰ ہم نے مفتی قادری صاحب کی دسویں قسط کے آخر تک کا جواب مکمل کر دیا ہے اس کے ساتھ ہم پھر مفتی قادری صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ

سے کئی بار مطالبہ کئے جانے کے باوجود ابتک اپنا دعویٰ صراحت اور وضاحت کے ساتھ متشابہات کے بارہ میں اپنا دعویٰ تو واضح فرمادیں اس لئے کہ انہوں نے ہماری طرف بیان نہیں کیا۔

محترم مفتی محمد خان قادری صاحب نے لکھا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو متشابہات کا علم ہونا امت کا متفقہ نظریہ ہے، وہ اس پر کوئی ٹھوس اور قطعی واضح دلیل پیش کرنے سے تو قاصر رہے صرف اس کا بار بار ذکر کرتے رہے کہ اگر متشابہات کا علم کسی کو بھی نہ ہو تو اعتراض ہوتا ہے کہ پھر ان کے نزول کا فائدہ کیا ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی حبشی ایسے عربی سے کلام کرے جو اس کی زبان کو نہ جانتا ہو۔

اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ ایسے اعتراض کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے اس لئے کہ جو اعتراض ناشی بالدلیل نہ ہو اس کی حضرات علماء پرواہ نہیں کرتے، پھر یہ بھی کہ اس قسم کا اعتراض تو منسوخ الحکم آیات کے بارہ میں بھی ہوا ہے کہ جب ان آیات کا حکم منسوخ ہے تو ان کو باقی رکھنے کا فائدہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب حضرات فقہاء کرام نے یہ دیا کہ ان کو باقی رکھنے میں ان کی تلاوت سے نماز صحیح ہونے اور ان پر ایمان رکھنے اور ان کی تلاوت سے ثواب حاصل ہونے کی صورت میں فوائد حاصل ہوتے ہیں اس لئے ان کا باقی رکھنا بے فائدہ نہیں ہے۔ اور امام سرخسیؒ نے اسی اعتراض کے جواب میں فرمایا اَلَاتَرٰی اَنَّ الْمُتَشَابِهَ فِي الْقُرْآنِ اِنَّمَا يَثْبُتُ هٰذَانِ الْحُكْمَانِ فَقَطْ. (اصول سرخسی ج۲ص۵۰)

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ بے شک قرآن کریم میں جو متشابہ ہیں ان میں صرف یہی دو حکم ثابت ہوتے ہیں، امام سرخسیؒ کی اسی عبارت کی روشنی میں ہم نے لکھا ہے کہ متشابہات کا نزول بے فائدہ نہیں بلکہ ان کے معنی سمجھ نہ آنے کے باوجود ان کے فوائد ہیں، ہمارے اس واضح موقف کے جواب میں محترم مفتی قادری صاحب نے دو باتیں فرمائی ہیں۔

پہلی بات

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ منسوخ الحکم آیات اور متشابہات سے متعلق اعتراض ایک جیسا نہیں بلکہ اعتراض جدا جدا ہے۔ منسوخ الحکم آیات سے متعلق اعتراض یہ ہے کہ ان کو باقی کیوں رکھا گیا جبکہ متشابہات سے متعلق اعتراض یہ ہے کہ جب ان کے معانی کسی کو معلوم نہیں تو ان کو نازل کیوں کیا گیا۔

محترم قادری صاحب اس سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جب اعتراض جدا جدا ہے تو دونوں سے متعلق ایک ہی جواب بھی درست نہیں مگر محترم قادری صاحب ہمارے طرز استدلال کو یا تو سمجھ نہیں سکے یا پھر انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے اس لئے کہ ہم نے منسوخ الحکم آیات اور متشابہات کے بارہ میں یہ نہیں کہا تھا کہ دونوں پر اعتراض ایک جیسا ہے بلکہ ہماری عبارت سے واضح ہے کہ منسوخ الحکم آیات اور متشابہات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں ان کا جواب ایک جیسا ہے اور ان دونوں پر اعتراض کا جواب ایک جیسا ہونے ہی کی وجہ سے امام سرخسیؒ نے مثال دی ہے اور اس حقیقت کو خود محترم مفتی قادری صاحب نے بھی تسلیم کیا اور لکھا، ہاں اب سوال یہ پیدا ہوگا جب اشکال میں فرق ہے تو جواب میں امام سرخسیؒ نے متشابہات سے مثال کیوں دی؟ تو اس کا جواب بھی سن لیجئے تاکہ معاملہ نہایت ہی اشکارا ہو جائے، پیچھے ابھی آپ جان چکے امام سرخسیؒ نے تصریح کی ہے کہ متشابہات کو امت نہیں جان سکتی، رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو وہی سوال اٹھا کہ جب امت ان کا معنیٰ نہیں جان سکتی تو پھر ان کو باقی رکھنے کا کیا فائدہ؟ گویا اب اشکال دونوں (متشابہ اور منسوخ الحکم آیات) پر ایک ہے اس کا جواب امام سرخسیؒ نے دیا ان کی بقا میں یہ فوائد ہیں، الغرض امام سرخسیؒ کے متشابہ کو درمیان میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دونوں مشترک ہیں کہ انہیں باقی کیوں رکھا گیا۔

(ماہنامہ سوئے حجاز ص ۵۱ اپریل ۲۰۰۵ء)

قارئین کرام! محترم قادری صاحب نے پہلے یہ کہا کہ منسوخ الحکم آیات اور متشابہات سے متعلق اعتراض جدا جدا ہے مگر یہاں تسلیم کرلیا کہ ان کو باقی رکھنے میں اعتراض ایک جیسا ہے اور اسی کے پیش نظر امام سرخسیؒ نے جواب دیا ہے، جب امام سرخسیؒ نے جواب میں یہ فرمایا کہ ان سے صرف دو حکم ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ان کی تلاوت سے نماز ہوجاتی ہے اور دوسرا یہ کہ ان کی تلاوت سے ثواب حاصل ہوتا ہے تو ہمارا استدلال بھی اسی سے ہے کہ متشابہات کا نزول بے فائدہ نہیں ہے بلکہ ان کی تلاوت سے ثواب ملتا ہے اور نماز میں ان کو پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے۔ پھر محترم قادری صاحب نے اسی بارہ میں جو لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ امام سرخسیؒ تو حضور ﷺ کیلئے متشابہات کا علم مانتے ہیں اس لئے ان کا مثال دینا امت کے حق میں ہوگا مگر محترم قادری صاحب نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ امام سرخسیؒ نے منسوخ الحکم آیات کو متشابہات کے ساتھ مشابہ قرار دیکر مثال دی ہے اور یہ بات کسی اہل علم پر مخفی نہیں کہ منسوخ الحکم آیات صرف امت کے حق میں منسوخ نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں بھی منسوخ ہیں، جب منسوخ الحکم آیات کو باقی رکھنے کا اعتراض حضور علیہ السلام اور امت دونوں کے حق میں تسلیم کرکے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان کو باقی رکھنے کے یہ فوائد ہیں تو پھر متشابہات کو حضور علیہ السلام اور امت دونوں کے حق میں برابر تسلیم کرلینے کی صورت میں یہ جواب کیوں تسلیم نہیں کیا جاسکتا؟ بے شک امام سرخسیؒ حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم مانتے ہیں مگر انہوں نے منسوخ الحکم آیات کو باقی رکھنے کے اعتراض کے جواب میں جو فرمایا ہے اس سے حضور علیہ السلام اور امت کے درمیان نہ انہوں نے فرق کیا ہے اور نہ ہی فرق ہوسکتا ہے اس لئے اس جواب کی روشنی میں ان ہی لوگوں کا نظریہ مدلل اور واضح ہوتا ہے جو متشابہات کے بارہ میں بھی حضور علیہ السلام اور امت کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

دوسری بات

محترم قادری صاحب نے ہمارے اس استدلال سے جان چھڑانے کیلئے یہ موقف اختیار کرلیا کہ قرآن کریم میں منسوخ الحکم آیات سرے سے ہے ہی نہیں اور اپنی تائید میں حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی ایک عبارت پیش کی جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ میں قرآن کریم میں ایسی منسوخ آیات کا انکار کرتا ہوں جو کسی بھی لحاظ سے قابل عمل نہ ہوں۔ مگر محترم مفتی قادری صاحب کا اپنی حمایت میں علامہ کشمیریؒ کی عبارت کا پیش کرنا قطعاً درست نہیں ہے اس لئے کہ علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جب ایسی تفسیر بالرای کا متاخرین نے اعتبار کیا ہے جو سلف کے عقیدہ کے مخالف نہ ہو تو قرآن کریم کی ہر اس آیت کا رائے کے ساتھ کوئی نہ کوئی حکم ثابت کیا جا سکتا ہے جس کو منسوخ الحکم کہا گیا ہے اس لئے ایسے طریق کا اعتبار کرتے ہوئے میں نے قرآن کریم میں نسخ کا انکار کیا ہے اور نسخ سے مراد یہ ہے کہ آیت اپنے تمام مشمولات کے ساتھ منسوخ ہو کہ وہ کسی بھی لحاظ سے قابل عمل نہ ہو بلکہ وہ آیت کسی نہ کسی لحاظ سے ضرور معمول بھا ہے، حضرت کشمیریؒ کا اس عبارت سے مقصد واضح ہے کہ آیت سے جو حکم ظاہر ہوتا ہے سلف نے اس میں تبدیلی کو نسخ قرار دے دیا حالانکہ تفسیر بالرای کی صورت میں اس حکم کے علاوہ اس کا کوئی نہ کوئی اور حکم ثابت ہو جاتا ہے اس لئے ان آیات کو بالکلیہ منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علامہ کشمیریؒ قرآن کریم میں منسوخ آیات کے قائل نہیں جیسا کہ محترم مفتی قادری صاحب نے سمجھ کر کہہ دیا کہ مجھے بھی اس سے اتفاق ہے اس لئے کہ علامہ کشمیریؒ خود نسخ کی بحث میں فرماتے ہیں ثُمَّ اَنَّ النَّسْخَ لَا یُخِلُّ بِشَرَفِ الْکُتُبِ الْمُقَدَّسَۃِ لِاَنَّ النَّاسِخَ وَالْمَنْسُوْخَ کَلَامُ اللّٰہِ حَتّٰی اَنَّہٗ یُوْجَدُ فِی الْاٰیَاتِ الْقُرْاٰنِیَۃِ مَاھُوَ مَنْسُوْخٌ بِاٰیَاتٍ اُخَرَ وَھُوَ کِتَابٌ وَّاحِدٌ (مشکلات القرآن ص ۱۳۴) پھر بے

شک نسخ جو ہے وہ مقدس کتابوں کے شرف میں خلل نہیں ڈالتا اس لئے کہ ناسخ اور منسوخ دونوں کلام اللہ ہیں یہاں تک کہ قرآنی آیات میں ایسی آیات موجود ہیں جو دوسری آیات کے ساتھ منسوخ ہیں حالانکہ کتاب ایک ہی ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ علامہ کشمیریؒ قرآن کریم میں منسوخ آیات کے بالکلیہ منکر نہیں ہیں۔ پھر اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ علامہ کشمیریؒ قرآن کریم میں منسوخ الحکم آیات کے قائل نہیں ہیں تو یہ ان کے تفردات میں شمار ہوگا اس لئے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ سلف قرآن کریم میں منسوخ الحکم آیات کے قائل ہیں اس کیلئے اگر محترم مفتی قادری صاحب صرف نورالانوار میں نسخ کی بحث ہی پیش نظر رکھتے تو حقیقت ان کے سامنے اجاگر ہوجاتی۔

اعتراضات کا دروازہ

حضور نبی کریم ﷺ کیلئے متشابہات کا علم ثابت کرنے پر محترم مفتی قادری صاحب کوئی واضح اور قطعی دلیل تو پیش نہ کرسکے صرف اسی پر زیادہ زور دیا گیا کہ اگر حضور ﷺ کیلئے بھی متشابہات کا علم نہ مانا جائے تو اعتراض ہوتا ہے کہ پھر متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ؟ تو اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ صرف اعتراض سے بچنے کیلئے کوئی نظریہ قائم کرلینا تو کوئی بات نہ ہوئی اس لئے کہ نظریہ کا مدار تو قطعی دلائل پر ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ اعتراض سے بچنے کیلئے جو نظریہ قائم کیا گیا اس پر بھی تو اعتراضات وارد ہوتے ہیں اس لئے اعتراضات کا دروازہ تو بند نہ ہوا اور پھر بعض اعتراضات کا ذکر بھی ہم نے کیا تھا، ان اعتراضات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے محترم قادری صاحب لکھتے ہیں انہوں نے پہلا اعتراض یہ اٹھایا ہے قرآن کریم تو حضور علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ہدایت اس

صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم واضح ہو اگر حضور علیہ السلام کیلئے مفہوم واضح اور دوسروں کیلئے غیر واضح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کریم کا ایک حصہ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص ہے حالانکہ ایسا نظریہ تو کسی کا نہیں۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم ص ۴۲)

ہماری اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم قادری صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں امت کا عقیدہ ہے کہ جو قرآنی اسرار و معارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب ﷺ پر کھلے وہ تمام کسی بھی امتی پر نہیں کھل سکتے، تمام مخلوق کے علم کو جمع کریں تو وہ آپ کے علم کے مقابلہ میں قطرہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔

(ماہنامہ سوئے حجاز ص ۵۶، اپریل ۲۰۰۵ء)

پھر محترم صاحب نے تقریبا تین صفحات میں کچھ علماء کی عبارات پیش کیں جنہوں نے یہ لکھا کہ ساری مخلوق کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، ہمارے پیش کردہ اعتراض کے جواب میں محترم قادری صاحب کی یہ بحث بالکل بے محل ہے اسلئے کہ اس میں نہ کسی کو کلام ہے اور نہ ہی یہ محل نزاع ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کے مقابلہ میں ساری مخلوق کا علم ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ محل نزاع ہے کہ قرآنی اسرار و معارف جو حضور علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے وہ کسی کو حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ اس بارہ میں محترم قادری صاحب کو یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ یہ اسرار و معارف صرف متشابہات کے بارہ میں نہیں بلکہ بِسْمِ اللہ کی باء سے لیکر وَالنَّاسِ کی سین تک ان تمام قرآنی علوم کے بارہ میں ہے جو مخلوق کی شان کے لائق ہے جبکہ ہمارے پیش کردہ اعتراض میں تھا کہ اگر حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم مانا جائے اور کہا جائے کہ حضور علیہ السلام کو اس کا علم امت کو نہ پہنچانے کا حکم تھا تو اس سے قرآن کریم کا ایک حصہ حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مختص ماننا لازم آتا ہے حالانکہ ایسا عقیدہ اور نظریہ تو کسی کا بھی نہیں کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ حضور علیہ

السلام کی ذات کے ساتھ مختص ہے اگر ایسا نظریہ کسی کا ہے تو محترم قادری صاحب یا ان کے طبقہ کا کوئی عالم ہمیں بھی اس بارہ میں بادلیل آگاہ کردے ہم اس کے شکرگزار ہوں گے۔ پھر محترم قادری صاحب کا فریضہ تھا کہ وہ کسی قطعی دلیل سے یہی ثابت کر دیتے کہ حروف مقطعات اور دیگر متشابہات کا علم حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ مختص ہے، صرف اعتراض سے بچنے کیلئے یہ نظریہ اپنا لینا کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہے یا بعض حضرات کی لَعَلَّ اور یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ جیسے شکی کلمات والی عبارت پیش کرنے سے نہ تو قطعی دلیل بنتی ہے اور نہ ہی اس سے نظریہ ثابت کیا جاسکتا ہے۔

پھر محترم قادری صاحب نے امام ابن نقیبؒ کی عبارت پیش کی جس کو وہ پہلے بھی پیش کر چکے ہیں، اس عبارت میں خود محترم قادری صاحب کے نظریہ کا رد ہے اس لئے کہ عبارت کا ترجمہ جو محترم قادری صاحب نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ علوم قرآن کی تین اقسام ہیں، اول ایسے علوم جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مخصوص فرمائے ہیں اور وہ معرفت کنہ ذات اور مخصوص غیوب کا علم ہے (رسالہ مذکورہ ص ۶۰) امام ابن نقیبؒ کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے علوم میں سے ایک قسم ایسی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے جس کو حضور علیہ السلام بھی نہیں جانتے۔

اہل علم کی توجہ کیلئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات کی دو قسمیں محکمات اور متشابہات بیان فرمائی ہیں اور متشابہات کے بارہ میں فرمایا کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، تو امام ابن نقیبؒ کی مذکورہ عبارت سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کے حق میں بھی متشابہات موجود ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہی بات ہم واضح کر رہے ہیں کہ جو آیات صرف امت کے حق میں متشابہات ہیں ان کا علم امت کو نہیں اور جن کا علم ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہے وہ حضور علیہ السلام سمیت سب کیلئے متشابہات ہیں ان کا علم نہ حضور علیہ السلام کو ہے اور نہ ہی کسی اور کو۔ جب محترم قادری صاحب نے امام ابن نقیبؒ کی مذکورہ عبارت بار بار

پیش کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس عبارت سے ان کو اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ایسے علوم ہیں جو ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں تو جب محترم قادری صاحب قرآن کریم میں ایسے علوم مانتے ہیں اور ان علوم کے نہ جاننے کو حضور علیہ السلام کی شان میں نقص نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں کہ جب ان کا علم حضور علیہ السلام کو بھی نہیں تو ان کو قرآن کریم میں ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ تو جو لوگ نص قرآنی کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھ کر عام متشابہات کو بھی ایسے علوم سمجھتے ہیں جو ذات خداوندی کے ساتھ مختص ہیں تو محترم قادری صاحب اس کو حضور علیہ السلام کی شان میں نقص کا باعث کیوں سمجھتے ہیں اور پھر محض اعتراض سے بچنے کیلئے یہ کیوں ضروری سمجھتے ہیں کہ متشابہات کا علم حضور علیہ السلام کیلئے ضرور مانا جائے جبکہ وہ خود بھی قرآنی علوم کا ایک حصہ ذات خداوندی کے ساتھ مختص مانتے ہیں۔

پھر محترم قادری صاحب نے اپنے رسالہ مئی ۲۰۰۵ء میں اپنی بحث کی بارہویں قسط میں پہلے ایسی عبارات پیش کی ہیں جن میں ہے کہ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ کیا حضور علیہ السلام کو متشابہات کا علم ہے یا نہیں اور اس قسم کی عبارات وہ اس سے پہلے بھی پیش کر چکے ہیں مگر محترم قادری صاحب پر حیرانگی ہے کہ جب خود انہوں نے ایسی عبارات ذکر کی ہیں جن میں اس بارہ میں اختلاف اجاگر ہوتا ہے تو پھر وہ کیسے اس بات پر مصر ہیں کہ حضور علیہ السلام کیلئے متشابہات کا علم امت کا متفقہ نظریہ ہے۔

پھر اس بارہویں قسط میں انہوں نے مولانا عثمانیؒ، حضرت تھانویؒ اور مولانا جمیل احمد سکٹروڈویؒ وغیرھم کی وہی عبارات پیش کیں جن پر تبصرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ پھر محترم قادری صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے حوالہ جات سے واضح کر دیا کہ یہ تمام امت کا نظریہ ہے اگر یہ نظریہ نہیں تو آپ دکھائیں کسی نے لکھا ہو کہ علوم قرآن میں امت اور حبیب خدا ﷺ برابر ہیں۔ (رسالہ مذکورہ ص ۴۹)

ہمیں تو محترم قادری صاحب کی اس بارہ میں تحریر کی ابتداء سے آخر تک

ایک بھی حوالہ کسی قطعی دلیل سے اراستہ نظر نہیں آیا جس میں ہو کہ یہ تمام امت کا نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کا علم رکھتے ہیں۔ صرف بعض حضرات کے اقوال سے نظریہ ثابت نہیں ہوتا جبکہ انہوں نے بھی کسی قطعی دلیل کی نشاندہی نہیں کی۔ پھر ہم نے بالتفصیل لکھ دیا ہے کہ اس میں نزاع ہی نہیں اور نہ ہی یہ موجودہ بحث کا حصہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو جو قرآنی اسرار و معارف حاصل تھے وہ کسی اور کو حاصل ہو ہی نہیں سکتے، بلکہ بحث اس میں ہے کہ کیا قرآن کریم کا کوئی ایسا حصہ ہے جس کا جاننا حضور علیہ السلام کیلئے مختص ہو، اگر ایسا حصہ ہے تو دلائل کے ساتھ محترم قادری صاحب اس کی نشاندھی کریں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ یہ نظریہ بھی کسی عالم سے ثابت ہے۔

دو اعتراضات پر بحث

پھر محترم مفتی قادری نے ہماری جانب سے پیش کردہ دو اعتراضات ذکر کر کے ان پر بحث کی ہے۔ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ قرآن کریم میں ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ اور اللہ تعالی کا نبی تمہیں الکتاب یعنی پوری کتاب کی تعلیم دیتا ہے، اگر حروف مقطعات اور دیگر متشابہات کا علم آپ ﷺ کو تھا اور اس کے باوجود آپ نے امت کو تعلیم نہیں دی تو یہ فرمان خداوندی نعوذ باللہ صادق نہیں رہتا اور تیسرا اعتراض یہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی ذمہ داری لگائی کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ کہ جو لوگوں کی طرف اتارا گیا آپ اس کی وضاحت لوگوں کے سامنے کریں اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ لوگوں کی طرف سارا قرآن کریم اتارا گیا ہے، اگر متشابہات کا علم آپ کو تھا تو اس کی وضاحت بھی آپ ﷺ کے ذمہ تھی۔ ہمارے ان واضح اور معقول اعتراضات سے جان چھڑاتے ہوئے محترم قادری صاحب لکھتے ہیں اس کے جواب میں ہماری گزارش صرف اتنی ہے کہ ان کے بتانے کی ذمہ داری آپ پر تھی ہی نہیں، اگر ان کے بیان کی ذمہ داری ہوتی تو پھر اعتراض ہو سکتا تھا لیکن جب یہ ذمہ

داری نہیں تو اعتراض کیوں؟ (ماہنامہ سوئے حجاز ص ۵۰ مئی ۲۰۰۵ء) کاش محترم مفتی قادری صاحب اس پر کوئی دلیل تو پیش کرتے کہ ان کے بیان کی ذمہ داری آپ کی نہیں تھی اور یہ ذمہ داری سے الگ حصہ ہے مگر انہوں نے کوئی ایک دلیل بھی ایسی پیش نہیں کی، ہم انتظار کریں گے کہ اس پر جب بھی ان کو کوئی قطعی دلیل میسر آجائے تو اس سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

حضور علیہ السلام کے ساتھ مختص علوم

ہمارا اور ہمارے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم حضور علیہ السلام کو حاصل ہے، محترم مفتی قادری صاحب نے حضور علیہ السلام کے ساتھ مختص علوم کا ذکر کرتے ہوئے اکابرین امت کی جو عبارات پیش کی ہیں ان میں بھی خود ان کے نظریہ کی تردید ہوتی ہے، انہوں نے امام جعفر صادقؒ کی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بلا واسطہ علوم عطا فرمائے انہیں آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۱)

محترم مفتی قادری صاحب کی توجہ کیلئے عرض ہے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ مختص علوم جب بلا واسطہ ہیں اور یہ بات ہر مومن جانتا ہے کہ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کے سوا باقی سارا قرآن کریم جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے عطا ہوا ہے تو اس کے کسی حصہ کو علوم مختصہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ پھر محترم قادری صاحب نے قرآن کریم کے فہم سے متعلق چند عبارات پیش کی ہیں تو عرض ہے کہ اس سے کسی کو انکار نہیں اس لئے کہ فہم قرآن کا معاملہ قرآن کریم کو پڑھنے والے ہر ایک کی حیثیت کی مطابق ہے، علماء، فقہاء اور صحابہ کرامؓ کا فہم قرآن درجہ بدرجہ ہے اور فہم قرآن میں نہ تو کوئی نبی کریم ﷺ کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے اور فہم قرآن کا تعلق بلا واسطہ علوم سے ہے۔

پھر محترم قادری صاحب نے تیرھویں اور آخری قسط میں لکھا کہ کس کے پہنچانے کی ذمہ داری ہے؟ اور اس کے تحت انہوں نے امام ابوالسعودؒ، امام سلیمانؒ، امام بیضاویؒ، امام صاویؒ، مولونا محمد نعیم دیوبندی اور میرے عم مکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی صاحب دام مجدہم کی عبارات ذکر کی ہیں جن میں ان حضرات نے فرمایا ہے کہ مخفی اسرار جو حضور علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے ان کو لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہ تھی، محترم قادری صاحب نے جتنی عبارات پیش کی ہیں ان میں ہمارے ہی موقف کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ خود محترم قادری صاحب پہلے امام جعفر صادقؒ کا قول نقل کر چکے ہیں کہ مخفی اسرار وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کو بلاواسطہ عطا فرمائے گئے۔ پھر امام صاویؒ کی یہ عبارت انہوں نے نقل کی ہے اِعْلَمْ اَنَّ مَا اُوْحِیَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَنْقَسِمُ اِلیٰ ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ مَا اُمِرَ بِتَبْلِیْغِهٖ وَهُوَ الْقُرْاٰنُ وَالْاَحْکَامُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِالْخَلْقِ الخ واضح ہو رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا اس کی تین اقسام ہیں، پہلی قسم جس کی تبلیغ کا حکم ہے وہ قرآن اور مخلوق سے متعلقہ احکام ہیں۔ (ماہنامہ سوائے حجاز ص ۴۸، ۴۹، جولائی ۲۰۰۵ء) اور مواہب الرحمٰن سے جو عبارت نقل کی اس میں ہے اور وہ انوار عرفان جو قلب محمد ﷺ پر ظاہر ہوئے ان کی کوئی بشر طاقت نہیں رکھتا اور وہ وحی رسالت نہیں اور نہ قابل بیان ہے بلکہ عین معرفت ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۱) اور علامہ آلوسیؒ کی جو عبارت پیش کی اس میں ہے وَذُکِرَ اَنَّ عِلْمَ الْاَسْرَارِ لَمْ یَکُنْ مُنَزَّلٌ بِالْوَحْیِ بَلْ بِطَرِیْقِ الْاِلْهَامِ وَالْمُکَاشِفَةِ اور لکھا کہ اسرار کا علم بذریعہ وحی نہیں بلکہ الہام و مکاشفہ سے ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۲)

ان عبارات سے واضح ہے کہ مخفی اسرار قرآن نہیں اور نہ ہی وہ وحی کے ذریعہ سے نازل کئے گئے ہیں جبکہ قرآن کریم تو وحی کے ذریعہ سے اتارا گیا ہے اور وہ

بلاواسطہ بھی نہیں تو اس کی تبلیغ حضور علیہ السلام کی ذمہ داری تھی اور اسی کے بارہ میں ہم نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ کہ ساری کتاب کی تعلیم نبی کریم ﷺ تمہیں دیتے ہیں اور یہ بھی کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ قرآن کریم صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ان کا مفہوم بھی جو اتارا گیا وہ آپ ﷺ نے امت تک پہنچا دیا اور قرآن کریم کے جو الفاظ مفہوم کے بغیر اتارے گئے وہ آپ ﷺ نے اسی طرح امت تک پہنچا کر اپنی ذمہ داری پوری فرمائی، اگر یہ کہا جائے کہ آیات متشابہات کے الفاظ کے ساتھ ان کے معانی بھی اتارے گئے مگر آپ ﷺ نے امت کو نہیں بتلائے تو نعوذ باللہ یہ آپ ﷺ پر ذمہ داری پوری نہ کرنے کا بہتان ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو نہ پہنچانے کا آپ کو حکم تھا اور یہ پہنچانے کے حکم سے مستثنیٰ تھے تو اس پر دلیل قطعی درکار ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں اور کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آتا کہ متشابہات کا علم آپ ﷺ کو امت تک نہ پہنچانے کا حکم تھا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اور قرآنی اسرار و معارف جو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر بلاواسطہ اتارے گئے وہ لوگوں تک پہنچانا نہ آپ کی ذمہ داری تھی اور نہ ان کا پہنچانا امت کیلئے فائدہ مند تھا، ان تمام عبارات سے تو ہمارے ہی موقف کو تقویت ملتی ہے مگر محترم قادری صاحب نے بے توجہی سے ان کو ہمارے خلاف پیش کر دیا۔

امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کا مقام

ہم نے لکھا تھا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کا یہ نظریہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ متشابہات کا علم حضور علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے متاخرین کی اکثریت یہی لکھتی چلی آ رہی ہے مگر یہ احناف کا متفقہ نظریہ ہرگز نہیں ہے، پھر ہم نے باحوالہ اس بارہ میں احناف کے تین نظریات ذکر کئے

ہماری اس واضح اور ٹھوس بات کا دلیل سے جواب تو محترم قادری صاحب نہ دے سکے البتہ یہ لکھا کہ امام بزدویؒ صاحب الطریقۃ فی المذہب ہیں اور پھر امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کی تعریف میں علماء کرام نے جو فرمایا ان میں سے بعض کی عبارات نقل کیں مگر یہ ساری فضول طوالت ہے اس لئے کہ امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کی علمی حیثیت سے نہ کسی کو انکار ہے اور نہ ہی یہ محل بحث ہے، بحث یہ ہے کہ محترم قادری صاحب امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کے قول کو احناف کا متفقہ نظریہ ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور یہ ان کی بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ محترم مفتی قادری صاحب پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ کو طبقات فقہاء میں سے تیسرے طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو شرح عقود رسم المفتی ص ۵) اور یہ بات مسلم ہے کہ اس طبقہ کے حضرات میں سے کسی کی بات احناف کا متفقہ نظریہ نہیں ہوتا۔

محترم قادری صاحب نے ایک مقام میں عقود رسم المفتی کا حوالہ بھی دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کے پیش نظر ہے، کاش وہ اسی کتاب میں یہ بھی دیکھ لیتے کہ فخر الاسلامؒ کی بات کو احناف کا متفقہ نظریہ نہیں بلکہ اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کے خلاف کو صحیح کہا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں وَذُكِرَ قَبْلَهُ عَنِ التَّلْوِيْحِ أَنَّ الصَّحِيْحَ أَنَّ مَعْنَى الرُّجْحَانِ هُنَا تَعَيُّنُ الْعَمَلِ بِالرَّاجِحِ وَتَرْكُ الْعَمَلِ بِالْمَرْجُوْحِ وَظَاهِرُ كَلَامِ فَخْرِ الْإِسْلَامِ أَنَّهُ الْأَوْلَوِيَّةُ حَتّٰى يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِالْمَرْجُوْحِ (شرح عقود رسم المفتی ص ۲۸) یعنی تلویح کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ راجح اور مرجوح میں سے راجح پر عمل متعین اور مرجوح کے مطابق عمل متروک ہو جاتا ہے اور فخر الاسلامؒ کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجح پر عمل کرنا اولیٰ ہے حتی کہ مرجوح پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

پھر اگر محترم قادری صاحب نے صرف نورالانوار کو ہی پیش نظر رکھا ہوتا تو وہ ہرگز یہ کہنے کی ہمت نہ کرتے کہ فخر الاسلام امام بزدوی اور شمس الائمہ امام سرخسی کا قول احناف کا متفقہ نظریہ ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں کئی مقامات میں وَهُوَ مُخْتَارُ فَخْرِ الْإِسْلَامِ وَهٰذَا مُخْتَارُ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ وَفَخْرِ الْإِسْلَامِ کہہ کر ان کے مخالف نظریہ کو بھی بیان کیا گیا ہے اگر یہ اصول ہوتا کہ ان حضرات کا قول احناف کا متفقہ نظریہ ہے تو پھر ان کے خلاف قول کو صحیح قرار دینا تو در کنار سرے سے ان کے خلاف قول کا ذکر بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

محترم مفتی قادری صاحب کی توجہ کیلئے

محترم قادری صاحب نے یہ عبارت بھی پیش کی ہے وَإِذَا لَمْ يُوجَدْ فِي الْحَادِثَةِ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جَوَابٌ ظَاهِرٌ وَتَكَلَّمَ فِيهِ الْمَشَائِخُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ قَوْلاً وَاحِدًا يُؤْخَذُ بِهِ. (عقود رسم المفتی ص ۴۳) جب کسی مسئلہ کا ان ائمہ سے جواب ظاہر نہ ہو لیکن مشائخ متاخرین کا اس پر قول واحد (اتفاق) ہے تو اسے ہی اپنایا جائے گا۔ (رسالہ مذکورہ ص ۵۹)

اس عبارت سے محترم قادری صاحب یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ متشابہات کے بارہ میں جب متاخرین نے لکھ دیا کہ حضور علیہ السلام کو ان کا علم حاصل ہے تو اسی قول کو لینا چاہیے مگر محترم قادری صاحب کا یہ مقصد اس عبارت سے قطعاً حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ عبارت میں الحادثة کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ بے توجہی سے محترم قادری صاحب چھوڑ گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سلف کے زمانے میں وہ مسئلہ موجود نہ ہو بلکہ بعد میں پیش آیا ہو تو متاخرین کا قول لے لیا جائے جبکہ متشابہات کے علم کے بارہ میں مسئلہ نیا نہیں بلکہ نزول قرآن کے وقت سے پایا جارہا

ہے اور متقدمین احناف اِلَّا اللّٰہ پر وقف لازم قرار دیتے ہوئے بلا استثناء اس بات کے قائل ہیں کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر عبارت میں ہے کہ متاخرین کا قول ایک ہی ہو تو یہ صورت ہوگی جبکہ ہم نے باحوالہ احناف کے تین نظریات پہلے بیان کئے ہیں، اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ محترم مفتی قادری صاحب نے بے توجہی سے یہ عبارت بے محل پیش کی ہے۔

آخر میں گزارش

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے محترم مفتی محمد خان قادری صاحب کی علم نبوی اور متشابہات سے متعلق تیرہ اقساط پر مشتمل ابحاث کا جواب مکمل کر دیا ہے مگر ہمیں یہ افسوس ہی رہا کہ محترم نے ہمارے بار بار اصرار کے باوجود اپنے دعویٰ کو صراحت اور وضاحت سے پیش نہیں کیا، اگر وہ اپنا دعویٰ صراحت سے پیش کرتے تو اسی دائرہ میں رہتے ہوئے بحث زیادہ علمی ہوتی اور دلچسپی کا باعث بن جاتی۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا الہ العالمین۔

احقر حافظ عبد القدوس قارن

ابوالحسن معاویہ سلفی
دار العلوم محمدیہ راشدیہ درہ دادہ شہید ڈاکخانہ خانپور، تحصیل و ضلع ہری پور